URDU Gif Format

زندگی کا دوام اس امر میں کہ
خلفاء قریش میں سے ہوں گے

دوام العیش من الائمۃ من قریش

۱۳۳۹ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

رسالہ

دوام العیش من الائمۃ من قریش

۱۳۳۹ھ

(زندگی کا دوام اس امر میں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مسئلہ ۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں، فرضیت اعانت کے لئے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لئے یا کسی کے لئے نہیں مولوی فرنگی محلی کے خطبۂ صدارت میں اس کے متعلق چند سطریں ہیں اور مسٹر ابوالکلام آزاد نے رسالہ مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب میں صفحہ ۳۲ سے صفحہ ۷۰ تک حسب عادت اسے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے، ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قرشیت شرط نہیں، یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور اس بارے میں مذہب اہلسنت کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

الحمد للہ الذی فرض اعانۃ سلاطین الاسلام علی المسلمین وفضل قریشا بخاتم النبیین وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ کل اٰن وحین۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم[1] رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی عن تمیم الداری والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

بیشک دین یہ ہے کہ اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطینِ اسلام اور جملہ مسلمانوں کی خیرخواہی کرے (اسے احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے تمیم داری سے اور ترمذی اور نسائی نے ابوہریرہ سے اور احمد نے ابن عباس سے اور طبرانی نے اوسط میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

سلطنت علیہ عثمانیہ ایدہا اللہ تعالٰی نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیرخواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی، دل سے خیرخواہی مطلق فرض عین ہے، اور وقت حاجت دعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم بشرط استطاعت۔

قال تعالٰی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2]، وقال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے۔ (ت)

مفلس پر اعانتِ مال نہیں، بے دست و پا پر اعانتِ اعمال نہیں، ولہذا مسلمانانِ ہند پر حکمِ جہاد و قتال نہیں۔ بادشاہِ اسلام اگرچہ غیر قرشی ہو اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو امور جائزہ میں اُس کی اطاعت تمام رعیت اور وقت حاجت اُس کی اعانت بقدر استطاعت سب اہلِ کفایت پر لازم ہے، البتہ اہلسنت کے مذہب میں خلافت شرعیہ کیلئے ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں اسی پر صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اہلسنت کا اجماع ہے، اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی کتب عقائد و کتب

---

[1] صحیح مسلم | کتاب الایمان | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۵۴
سنن ابوداؤد | کتاب الادب | آفتاب عالم پریس لاہور | ۲/۳۲۰
مسند احمد بن حنبل | حدیث تمیم الداری | دار الفکر بیروت | ۴/۱۰۲

[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

[3] " " ۶۴/۱۶

حدیث وکتبِ فقہ اس سے مالامال ہیں، بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امام، امیر، والی، مَلِک کہیں گے، مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین کہ یہ بھی عرفاً اُسی کا مترادف ہے، ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوا اس کے جو ساتوں شرط خلافت اسلام[۱]، عقل[۲]، بلوغ[۳]، حریت[۴]، ذکورت[۵]، قدرت[۶]، قرشیت[۷] سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرمانروائے اعظم ہو۔

اجمالی کلام و واقعات عام و ازالہ اوہام جہال خام

اقول وباللہ التوفیق اسم خلافت میں یہ شرعی اصطلاح ہے جملہ صدیوں میں اسی پر اتفاقِ مسلمین رہا۔

(۱) زمانہ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء سلوک کو علیحدہ کرتے آئے حتیٰ کہ خود سلاطین اسی کے پابند ہے اور آج تک ہیں، بڑے بڑے جبار بادشاہ گزرے کبھی غیر قریش نے ترک ہوں یا مغل یا پٹھان یا کوئی اور اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلوایا نہ خلافت مصطفویہ شرعیہ کا دعویٰ کیا، جب تک خلافت عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاجپوشی ہوتی، سلطان دستِ خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا مستحق اسی کو جانتا اگرچہ زور و طاقت و سطوت میں اُس سے کہیں زائد ہوتا، جب کفار تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامۂ خلافت تار تار ہوگیا علماء نے فرمایا ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں، مصر میں ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا، امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں خاتم الخلفا مستعصم باللہ کی شہادت کے بعد کا ذکر فرماتے ہیں:

ثم دخلت سنة سبع وخمسين والدنيا بلا خليفة۔[۱]

پھر ۶۵۷ھ آیا اور دنیا بے خلیفہ تھی۔

پھر فرمایا:

ثم دخلت سنة ثمان وخمسين والوقت ايضا بلا خليفة۔[۲]

پھر ۶۵۸ھ آیا اور زمانہ اسی طرح بے خلیفہ تھا۔

پھر فرمایا:

وتسلطن بيبرس وازال المظالم وتلقب بالملك الظاهر ثم دخلت سنة

بیبرس سلطان ہوا اور اس نے ظلم دفع کئے اور اپنا لقب ملک ظاہر رکھا، پھر ۶۵۹ھ آیا اور وقت

---

[۱] تاریخ الخلفاء احوال المستعصم باللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳۰

[۲] ” ” ” ” ” ” ” ” ۳۳۱

تسع وخمسين والوقت ایضا بلا خلیفۃ الیٰ رجب فاقیمت بمصر الخلافۃ وبویع المستنصر و کان مدۃ انقطاع الخلافۃ ثلاث سنین و نصفا[1] (ملخصًا)

ماہ رجب تک یونہی بے خلیفہ تھا یہاں تک کہ مصر میں پھر خلافت قائم کی گئی اور مستنصر باللہ عباسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی خلافت ساڑھے تین برس تک معدوم رہی۔ (ملخصًا)۔

یونہی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں فرمایا:

لما اخذ التاتار بغداد وقتل الخلیفۃ اقامت الدنیا بلا خلیفۃ ثلث سنین و نصف سنۃ و ذٰلک من یوم الاربعاء رابع عشر صفر سنۃ ست وخمسین وھو یوم قتل الخلیفۃ المستعصم رحمہ اللہ تعالیٰ الیٰ اثناء سنۃ تسع وخمسمائۃ[2]

یعنی جبکہ تاتاریوں نے بغداد مقدس لے لیا اور خلیفہ شہید ہوئے دنیا ساڑھے تین برس بے خلیفہ رہی اور یہ ۱۴ صفر روز چہارشنبہ ۶۵۶ھ سے کہ روز شہادت خلیفہ مستعصم رحمہ اللہ تعالیٰ تھا ۱۳ رجب ۶۵۹ھ تک کا زمانہ ہے۔

(۲) یہ خلافت کہ مصر میں قائم ہوئی اور ڈھائی سو برس سے زائد رہی خود سلطان کی قائم کی ہوئی تھی، سلطان بظاہر اس کا دست نگر ہوتا اور خلافت پر قادر تھا نظر بحوت بے تفویض خلیفہ ہی نظم ونسق و رتق وفتق وامر وحکم میں سلطان مستقل تھا، خلیفہ امیر المومنین کہلانے اور بیعت لینے اور خطبہ و سکہ کو زینت اور سلاطین کو تاج و خلعت دینے کے لئے ہوتا بلکہ اس کی بنا خود خلافت بغداد میں پڑ چکی تھی، مقتدر باللہ کو ۲۹۶ھ میں تیرہ[13] برس کی عمر میں خلافت ملی، طفلی واشتغال بازی واختیارات زنان واستخدام یہود و نصاریٰ نے ضعف پہنچایا ملک مغرب نکل گیا مصر نکل گیا، قرامطہ ملعونوں کا زور ہوا، پھر ۳۲۴ھ میں واسطہ کا صوبہ محمد بن رائق خلیفہ راضی باللہ پر فائق ہوا خلیفہ نام کے لئے تھا پھر یہ بدعت شنیعہ مدتوں مستمر رہی مگر تمام علماء و مسلمین اور خود وہ جبار سے جبار سلاطین بھی خلافت انھیں قرشی خلفا کی مانتے اور انھیں سے پروانہ وخلعت سلطنت لیتے۔ اگر غیر قرشی بھی خلیفہ ہوسکتا تو سلاطین خود خلفا بنتے، کیا ضرورت تھی کہ ان قرشیوں کو اپنا تغلب مٹانے کے لئے حیلۂ شرعیہ کے واسطے خلیفہ بناتے اور اپنے زیردستوں کے حضور سر بندگی جھکاتے اور اُن کے ہاتھ سے تاج وخطاب پاتے مگر نہیں وہ مسلمان تھے سُنّی تھے جانتے تھے کہ ہم قرشی نہیں ہماری خلافت نہیں ہوسکتی اور بے تولیت خلافت بطور خود سلطنت کرینگے تو داغ تغلب ہماری پیشانی سے نہ مٹے گا اسی لئے ان عباسی قرشیوں کی خلافت رکھی تھی۔

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعصم باللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۳۱

[2] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

12

(۴) پھر اُدھر ہی کے سلاطین نہیں اس دور دراز مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی انہیں خلفاء سے اپنے نام پروانۂ سلطنت کیا حالانکہ یہ کسی طرح بھی تسلط کی راہ سے اُن کے ماتحت نہ تھے، تاریخ الخلفاء میں ہے:

وفی سنۃ اربع عشرۃ ارسل غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر شاہ ملک الھند یطلب التقلید من الخلیفۃ وارسل الیہ مالا وللسلطان ھدیۃ[1]

سنہ آٹھ سو چودہ میں بادشاہِ ہند اعظم شاہ غیاث الدین بن سکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ ابو الفضل سے اپنے لئے پروانۂ تقررِ سلطنت مانگا اور خلیفہ کے لئے نذر اور سلطانِ مصر کو ہدیہ بھیجا۔

خود مسٹر آزاد کے اسی رسالۂ خلافت ص ۷۹ میں ہے:

"جب تک بغداد کی خلافت رہی ہندوستان کے تمام حکمران اُس کے فرماں بردار رہے جب ۶۶۰ھ[عہ] میں مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہُوا تو اگرچہ یہ عباسیہ کے کاروان رفتہ کا محض ایک گرد وغبار تھا تاہم سلاطینِ ہند اس کی حلقہ بگوشی وغلامی کو اپنے لئے فخر سمجھتے رہے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوادینے کے لئے مقام خلافت سے پروانۂ نیابت حاصل کرتے رہیں۔"

پھر سلطان محمد بن تغلق شاہ و سلطان فیروز شاہ کی بندگی وغلامی جو اُس خلافت سے رہی اور فیروز شاہ کے لئے دربارِ خلافت سے دوبار پروانۂ تقررِ سلطنت و نشان وخلعت کا آنا لکھا اور یہ کہ سلطان نے اُس کی کمال تعظیم کی اور یہ سمجھا کہ گویا یہ عزت آسمان سے اُتری اور یہ سند بارگاہِ رسالت سے ملی، پھر کہا: (ص ۸۰)

"غور کرو مقامِ خلافت کی عظمت کا ہمیشہ کیا حال رہا خلافت بغداد مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اسمی نسبت بھی اس درجہ جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرمانروائے اقلیم مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہونے پر فخر کرتا ہے مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اس طرح چھائی رہتی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان اور وہاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے۔"

خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جنگ یا کسی نشے کی ترنگ میں لکھ گئے، ان کا اعتقاد تو یہ ہے ص ۵۴ کہ:

عہ یہ غلط ہے بلکہ ۹ رجب ۶۵۹ھ۔ ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعین باللہ ابو الفضل مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۵۷

"انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو تو خلیفہ تسلیم کرلینے کے لئے بجز اسلام اور حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے کے اور کوئی شرط نہیں۔"

سبحان اللہ! یہ سلاطینِ ہند و سلاطینِ مصر اور خود سلطان بیبرس جس نے اس خلافت کی بنیاد رکھی مسلمان ہی تھے اور اُن کی حکومتیں جمی ہوئی تھیں تو آپ کی کافی ساختہ دونوں شرطِ خلافت موجود تھیں پھر انھوں نے خود اپنے آپ کو خلیفہ کیوں نہ جانا اور ان کی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیوں نہ ہوئی حالانکہ آپ کے نزدیک شریعت کا حکم ہے کہ،

"اُسی کو خلیفہ ماننا چاہئے خواہ تمام شرطیں اُس میں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں"۔ (ص ۵۱)

"ہر مسلمان پر از رُوئے شرع واجب ہے کہ اُسی کو خلیفۂ اسلام تسلیم کرے"۔ (ص ۳۵)

خیر آپ کا تناقض آپ کو مبارک۔ سلاطینِ اسلام نے کیوں اپنی خلافت نہ مانی اور وہ کیا بات اُن میں کم تھی جس کے لئے انھیں دوسرے کی خلافت جماتے اور اس کی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وہ نہ تھی مگر شرطِ قرشیت۔

(۴) مسٹر کو چھوڑیے جنھوں نے دو ہی شرطیں رکھیں، ائمۂ دین تو سات بتاتے ہیں دیکھئے شاید ان میں کی کوئی اور شرط مفقود ہونے کے سبب سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھا، اُو ہر گزرا کہ وہ اسلام[۱] وحریت[۲] و ذکورت[۳] و عقل[۴] و بلوغ[۵] و قدرت[۶] و قرشیت[۷] ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان سلاطین میں چھ موجود تھیں پہلی پانچ بداہۃً اور قدرت یوں کہ حکومت کا جماؤ ہے اُس کے نہیں تو صرف ایک ہی شرط قرشیت نہ تھی لاجرم اُسی کے نہ ہونے سے تمام سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج و دست نگر جانا۔

(۵) بلکہ بطور مسٹر امر واضح تر ہے اُن نام کے خلفا میں اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود تھی کہ وہ سلاطین کے ہاتھوں میں شطرنج کے بادشاہ تھے، جبار خونخوار متکبر متجبر سلاطین کے سر میں یوں بھی سودائے مساوات عیب نیازی نہ سمایا اور انھیں کو خلیفہ اور اپنے آپ کو اُن کا محتاج ٹھہرایا حتی کہ جب سلطان بیبرس نے مستنصر کو خلیفہ کیا اور اُس سے پروانہ سلطنت لیا خلیفہ نے اظہارِ انقیاد کے لئے اُس کے پاؤں میں سونے کی بیڑیاں ڈالیں اور سلطان نے خدم حشم کے ساتھ یونہی قاہرہ اپنے دار السلطنت کا گشت کیا کہ گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں اور آگے آگے وزیر کے سر پر خلیفہ کا عطا کیا ہوا پروانہ سلطنت (حسن المحاضرہ) روشن ہوا کہ وہ شرط قرشیت کس درجہ اہم و ضروری تر جانتے تھے انھوں نے خیال کیا کہ قدرت مکتسبہ بھی ہوتی ہے بلکہ اُسے اکتساب سے مفر نہیں کہ ملکوں پر تنہا کا تسلط عادۃً نہیں ہوتا مگر افواج و اطاعت جماعت سے جب اقتدار والوں نے انھیں سر پر رکھ لیا تو مقصود اقتدار حاصل ہو گیا جیسے خلیفہ میں خود عالم اصول و فروع ہونے کی شرط اتفاقی نہ رہی کہ دوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہے لیکن قرشیت ایسی چیز نہیں کہ دوسرے سے مکتسب ہو لہذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا اور

اُن کی قرشیت کے آگے سر جُھکا دیا۔

(۶) نہ صرف سلاطین بلکہ بکثرت ائمہ وعلماء نے اسی کو خلافت جانا خلافت بغداد پر پچھلی تین صدیاں جیسی گزریں انھیں جانے دو تو یہی خلافت مصر لو جسے تم کاروانِ رفتہ کی محض ایک گرد وغبار رکھتے ہو۔

(أ) جب بیبرس نے مستنصر کی خلافت قائم کرنی چاہی سب میں پہلے امام اجل امام عزالدین بن عبدالسلام نے بیعت فرمائی پھر سلطان بیبرس پھر قاضی پھر امراء وغیرہم نے۔

(ب) پھر ابوالعباس حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستکفی باللہ کی خلافت کا امضا اور اس کی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہُوا اُن کے عہد نامۂ خلافت میں تھا،

الحمد للہ الذی ادام الائمۃ من قریش وجعل الناس تبعالھم فی ھذا الامر فغیرھم بالخلافۃ العظمۃ لایدعی ولا یسمی[1]

سب خوبیاں اللہ کو جس نے خلیفہ ہمیشہ قریش میں سے کئے اور تمام لوگوں کو خلافت میں اُن کا تابع کیا تو غیر قرشی کو نہ خلیفہ کہا جائے گا نہ وہ اس نام سے پکارا جائے۔

اس پر قاضی القضاۃ شمس الدین حنفی کے دستخط ہوئے۔

(ج) پھر مستکفی کے بیٹے ابوالعباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحت خلافت پر امام قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعہ نے شہادت دی اور ان کی مثالِ بیعت علامہ احمد شہاب ابن فضل اللہ نے لکھی اُس میں اُن کو خلیفہ جامع شرائط خلافت لکھا اور لکھا کہ، وصل الحق الٰی مستحقہ[2] حق بحقدار رسید، کل ذٰلک فی حسن المحاضرۃ (یہ سب کا سب حسن المحاضرہ میں موجود ہے۔ ت)

(د) امام اجل ابوزکریا نووی اسی خلافت مصریہ کے دور سے متعلق شرح صحیح مسلم میں فرمارہے ہیں،

قد ظھر ما قالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن زمنہ الی الاٰن الخلافۃ فی قریش[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہوگیا کہ جب سے آج تک خلافت قریش ہی میں ہے۔

دیکھو اکابر ائمہ برابر انھیں خلفاء مانتے آئے۔

(ہ) امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ تمام خلافتیں بغدادی پھر مصری

---

[1] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

[2] ایضاً

[3] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹

ذکر کیں اور خطبہ میں فرمایا :

ترجمت فیه الخلفاء امراء المؤمنین القائمین بامر الامة من عهد ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه الی عهد ناهذا[1]

میں نے اس کتاب میں اُن کے احوال بیان کئے جو خلیفہ امیر المؤمنین کا رامت پر قیام کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وقت سے ہمارے زمانے تک ہُوئے۔

(۹) پھر فرمایا میں نے اس میں کسی عُبیدی کا ذکر نہ کیا کئی وجہ سے ان کی خلافت صحیح نہیں ، ایک تو وہ قرشی نہ تھے، دوسرے وُہ بدمذہب بے دین کم از کم رافضی تھے ومثل هؤلاء لا تنعقد لهم بیعة ولا تصح لهم امامة[2] ایسوں کے لئے نہ بیعت ہو سکے نہ ان کی خلافت صحیح - تیسرے یہ کہ اُن کی بیعت اُس وقت ہُوئی کہ خلافت عباسی قائم تھی اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے ، چوتھے یہ کہ حدیث فرما چکی کہ خلافت جب بنی عباس کو ملے گی پھر ظہورِ امام مہدی تک دوسرے کو نہ پہنچے گی، ان وجوہ سے میں نے عُبیدیوں کو ذکر نہ کیا وانما ذکرت الخلیفة المتفق علیٰ صحة امامته[3] میں نے وہی خلفاء ذکر کئے جن کی صحتِ خلافت پر اتفاق ہے - دیکھو کیسے صریح نص ہیں کہ یہ کمزور خلافتیں بھی صحیح خلافت ہیں آخر کس لئے ، اس لئے کہ قرشی ہیں اور زبردست طاقتور سلاطین غیر قرشی -

(۱۰) جب خلیفہ مستکفی باللہ نے شعبان ۷۴۰ھ یا ۷۴۱ھ میں وفات پائی اور اپنے بیٹے احمد حاکم بامر اللہ کو ولیعہد کیا سلطان ناصر الدین محمد بن قلادون ترکی نے کہ ۷۳۶ھ میں مستکفی باللہ سے رنجیدہ ہو گیا اور ۱۸ ذی الحجہ کو اُسے مصر سے باہر شہر قوص میں مقیم کیا (اگرچہ ادارات پہلے سے بھی زائد کر دئے اور خطبہ و سکہ خلیفہ ہی کا جاری رہا) اس عہد کو نہ مانا اور جبراً خلیفہ مستکفی کے بھتیجے ابراہیم بن محمد بن حاکم بامر اللہ کے لئے بیعت لی (اگرچہ مرتے وقت خود اس پر نادم ہُوا اور سرداروں کو وصیت کی کہ خلافت ولیعہد مستکفی احمد ہی کے لئے ہو جس پر ابن فضل اللہ نے وُہ لکھا کہ حق بحقدار رسید) ابن قلادون کی اس حرکت پر امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں فرمایا کہ اللہ عزّوجل نے ناصر بن قلادون پر اُس کے سب سے زیادہ عزیز بیٹے امیر انوک کی موت کی مصیبت ڈالی یہ اسے پہلی سزا دی ، پھر مستکفی کے بعد سلطنت سے متمتع نہ ہُوا ایک سال اور کچھ روزوں کے بعد اللہ عزّوجل نے اسے ہلاک کیا بلکہ بعض نے مستکفی کی وفات ۷۴۱ھ میں لکھی ہے تو یُوں تین ہی مہینے بعد مرا ،

---

[1] تاریخ الخلفاء	خطبۂ کتاب	مطبع مجتبائی دہلی	ص ۶
[2] " "	"	" " "	ص ۷
[3] " "	"	" " "	ص ۸

سنۃ اللہ فیمن مس احدا من الخلفاء بسوء فان اللہ تعالیٰ یقصمہ عاجلا وما یدخرلہ فی الاٰخرۃ من العذاب اشد[1]

سنّتِ الٰہیہ ہے کہ جو کوئی کسی خلیفہ سے برائی کرے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرما دیتا ہے اور وہ جو آخرت میں اس کے لئے رکھتا ہے سخت تر عذاب ہے۔

پھر اولادِ ابن قلادون میں اس کی شامت کی سرایت بیان فرمائی کہ اُن میں جو بادشاہ ہوا تخت سے اتارا گیا اور قید یا جلاوطن یا قتل کیا گیا، خود اس کا صلبی بیٹا کہ اُس کے بعد تخت پر بیٹھا دو مہینے سے کم میں اتار دیا گیا اور مصر سے قوص ہی کو بھیجا گیا جہاں سلطان نے خلیفہ کو بھیجا تھا اور وہیں قتل کیا گیا، ناصر نے چالیس برس سے زیادہ سلطنت کی اور اس کی نسل سے بارہ[12] بادشاہ ہوئے جن کی مجموعی مدت اتنی نہ ہوئی۔

(۳) نیز امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

اعلم ان مصر من حین صارت دار الخلافۃ عظم امرھا وکثرت شعائر الاسلام فیھا وعلت فیھا السنۃ وعفت عنھا البدعۃ وصارت محل سکن العلماء ومحط الرجال الفضلاء وھذا سر من اسرار اللہ تعالیٰ اودعہ فی الخلافۃ النبویۃ کما دل ان الایمان والعلم یکونان مع الخلافۃ اینما کانت ولا یظن ان ذلک بسبب الملوک فقد کانت ملوک بنی ایوب اجل قدرا واعظم قدرا من ملوک جاءت بعدھم بکثیر ولم تکن مصر فی زمنھم کبغداد وفی اقطار الارض الاٰن من الملوک من ھو اشد بأسا واکثر جندا من ملوک مصر کالعجم والعراق والروم والھند والمغرب ولیس الدین قائما ببلادھم کقیامہ بمصر ولا شعائر الاسلام

یعنی مصر جب سے دار الخلافہ ہوا اس کی شان بڑھ گئی، شعائرِ اسلام کی اس میں کثرت ہوئی، سنّت غالب ہوئی بدعت مٹی، علماء کا جنگل فضلاء کا دنگل ہوگیا، اور یہ رازِ الٰہی ہے کہ اس نے خلافتِ نبوت میں رکھا ہے جس طرح حدیث میں آیا کہ خلافت جہاں ہوگی علم و ایمان اس کے ساتھ ہوں گے، اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ مصر میں یہ دین کی ترقی سلاطین کے سبب ہوئی کہ سلاطین بنی ایوب سلاطینِ مابعد سے بہت زیادہ جلیل القدر تھے اور ان کے زمانے میں مصر بغداد کو نہ پہنچا تھا اور اب اطراف زمین میں وہ سلاطین ہیں کہ سلاطینِ مصر سے اُن کی آنچ سخت اور لشکر زائد جیسے ایران، عراق، روم، مغرب، ہندوستان۔ مگر دین وہاں ایسا قائم نہیں جیسا مصر میں ہے، نہ شعائرِ اسلام ایسے ظاہر نہ سنت و حدیث و علم کا ایسا شیوع، یہ سب خلافت ہی کی برکت ہے، دیکھو کیسا جبار و با اقتدار

---

[1] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ۔

ظاھرۃ فی اقطار ھم کظھورھا فی مصر و لانشرت السنۃ والحدیث والعلم فیھا کما فی مصر[1]۔
(سلاطین کو جن میں ترک بھی ہیں الگ کردیا اور خلافت نبوت ایسی کمزور خلافت مصر میں مانی۔)

آخر یہ فرق قرشیت نہیں تو کیا ہے۔

(۷) اگر کہئے وہ خلافت سے نامزد ہو چکے تھے لہذا بعد کے سلاطین نے اگرچہ جامع شروط تھے اپنے آپ کو خلیفہ نہ جانا کہ خلافت جب ایک کے لئے ہو لے دوسرا نہیں ہوسکتا،

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) **اولاً** یہ ہو تو سلاطین مابعد میں ہو، بیبرس کی سلطنت تو پہلے منعقد ہولی تھی پھر دوسرے کو خلیفہ بنانے اور اس کے آگے ہاتھ پھیلانے اور یہ سلسلہ ماضیہ جلانے جمانے کے کیا معنی تھے، کاش سلطان اپنے آپ کو معزول کرلیتا اور مستنصر ہی کے ہاتھ میں باگ دیتا مگر نہیں وہ سلطنت پر قائم رہا اور تمہارے زعم میں خود بیبرس کی خلافت صحیحہ اور ہر مسلمان پر شرعاً واجب التسلیم تھی، اب اس نے انتخاب کی طرف آکر اپنی صحیح شرعی خلافت تو باطل کردی اور ایک اسمی رسمی قائم کی، یہ کیسا جنون ہوا جسے تمام علمائے عصر نے بھی پسند کیا طرفہ تر یہ کہ یہ اپنی حکومت شرعی طور پر منوانے کے لئے کیا جس کا مسٹر کو بھی اعتراف ہے حالانکہ اس سے پہلے ہی اُس کی خلافت کا ماننا آپ کے نزدیک شرعاً واجب تھا اور اب نہ رہا کہ انتخاب نے شرائط عائد کیں وہ نہ اس میں ہیں نہ اُس خلیفہ میں تو اپنی خلافت کھوئی خلیفہ اسمی سے تولیت لی وہ گئی اور یہ نہ ہوئی دونوں دین سے گئے اسی لئے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنی تھیں۔ع

بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا و نہ دین

(بیکسی کی آرزو پر افسوس ہے کہ نہ دنیا ہاتھ آئی نہ دین حاصل ہوا۔ت)

غرض یہ ایجاد آزاد وہ مہمل و بےمعنی ہذیان ہے جو سلاطین وعلماء کی خواب میں بھی نہ تھا وہ یقیناً جانتے تھے کہ خلافت میں ہمارا کچھ حصہ نہیں اور داغ تغلب ہم سے نہ مٹے گا جب تک کسی خلیفہ قرشی سے اذن نہ لیں لہذا یہ صورت خلافت قائم کی کہ مالا یدرک کلہ لایترک کلہ (جسے نہ کُلی طور پر حاصل کیا جاسکتا ہے نہ ہی اسے چھوڑا جاسکتا ہے۔ت)

(۸) **ثانیاً** دنیا میں اسلامی سلطنتیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک اپنے ملک کا حاکم مستقل اور آپ کی دونوں شرط خلافت کا جامع تھا اور تبدل ایام و موت و تقرر سلاطین سے کبھی یہاں کی سلطنت پہلے ہوتی کبھی وہاں کی، ان میں کسی متاخر نے یہ نہ جانا کہ خلافت اس دوسرے سلطان کا حق ہے مجھے اُس سے

---

[1] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاھرۃ

اذن و پروانہ لینا چاہیئے لیکن سمجھا تو اس قریشی خلافت کا محتاج سمجھا تو ہرگز اس کی بنا پر تقدم و تاخر نہ تھی بلکہ وہی ایک اکیلی شرط قرشیت کہ نامقتدری خلیفہ کی حالت میں بھی اپنا رنگ جماتی اور بڑے بڑے اقتدار و جبروت والوں کا سر اپنے سامنے جھکاتی تھی ۔ الحمد للہ کیسے روشن بیانوں سے ثابت ہوا کہ یہ سارے جلوے شرط قرشیت کے تھے تمام سلاطین کا خود یہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدم قرشیت لائق خلافت نہیں، قرشی کے سوا دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت و قرن کے علماء انھیں یہی بتاتے رہے، اور قطعاً یہی مذہب اہلسنت ہے اور اسی پر احادیث مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی متواتر شہادت ہے فماذا بعد الحق الا الضلٰل (تو حق کے بعد کیا ہے صرف گمراہی ہے ۔ ت)

رہا مسئلہ اعانت، کیا آپ لوگوں کے زعم میں سلطانِ اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے کہ مسلمانوں کو اعانت پر ابھارنے کے لئے ادعائے خلافت ضرور ہوا یا سلطان مسلمین کی اعانت صرف قادروں پر ہے اور خلیفہ کی اطاعت بلاقدرت بھی فرض ہے، یہ نصوص قطعیہ قرآن کے خلاف ہے، اور جب کوئی وجہ نہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں جھگڑا ڈالنے کے لئے جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحات متظافرہ اور اجماع صحابہ و اجماع امت و احادیث متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظ خلافت سے شروع کرکے عقیدہ اجماعیہ اہلسنت کا خلاف کیا جائے، خارجیوں معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے، دور از کار تاویلوں تبدیلوں تحریفوں، خیانتوں، عنادوں، مکابروں سے حق چھپانے اور باطل پھیلانے کا ٹھیکا لیا جائے، والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

اب ہم بتوفیقہ تعالیٰ اس اجمال مفصل کی تفصیل مجمل کے لئے کلام کو ایک مقدمہ اور تین فصل پر منقسم کرتے ہیں:

مقدمہ: خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ کسی عرف حادث سے مسئلہ خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

فصل اوّل: احادیث متواترہ و اجماع صحابہ و تابعین و مذہب مہذب اہلسنت نصرھم اللہ تعالےٰ سے شرط قرشیت کے روشن ثبوت۔

فصل دوم: خطبۂ صدارت میں مولوی فرنگی محلی صاحب کی پندرہ سطری کارگزاری کی نازبرداری۔

فصل سوم: رسالۂ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کے ہذیانات و تلبیسات کی خدمتگزاری۔

وباللہ التوفیق لا رب سواہ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ مصطفاہ و آلہٖ و صحبہ ومن والاہ۔

مقدمہ

خلیفہ وسلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ نہ ہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اس سے خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر۔

(۱) خلیفہ حکمرانی وجہانبانی میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام اُمت پر ولایت عامہ والا ہے، شرح عقائد نسفی میں ہے،

(خلافتھم) ای نیابتھم عن الرسول فی اقامۃ الدین بحیث یجب علی کافۃ الامم الاتباع۔[1]

ان کی خلافت یعنی دین کی اقامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت کا مقام یہ ہے کہ تمام امت پر اس کی اتباع واجب ہے (ت)

خودسر کفار کا اسے نہ ماننا شرعًا اس کے استحقاق ولایت عامہ میں مخل نہیں جس طرح اُن کا خود نبی کو نہ ماننا یُونہی رُوئے زمین کے مسلمانوں میں جو اُسے نہ مانے گا اس کی خلافت میں خلاف نہ آئے گا یہ خود ہی باغی قرار پائے گا اور اصطلاح میں سلطان وُہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیانِ ملک اس کے زیرِ حکم ہوں،

کما ذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی حسن المحاضرۃ عن ابن فضل اللہ فی المسالک عن علی بن سعید۔

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے حسن المحاضرہ میں ابن فضل اللہ سے انھوں نے مسالک میں علی بن سعید سے اسے ذکر کیا۔ (ت)

یہ دوقسم ہے:

(ا) مُوَلّٰی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو اس کی ولایت حسبِ عطائے خلیفہ ہوگی جس قدر پر والی کرے۔

(اا) دوسرا متغلّب کہ بزور شمشیر ملک دبا بیٹھا اس کی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی وبس۔

(۲) کہ اول پر متفرع ہے خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الٰہی میں تمام اُمّت پر فرض ہے جس کا منشا خود اس کا منصب ہے کہ نائبِ رسولِ رب ہے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو پر، پھر اگر مولّٰی ہے تو بواسطہ عطائے خلیفہ اس منصب ہی کی وجہ سے کہ اُس کا امر امرِ خلیفہ ہے اور امرِ خلیفہ امرِ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اور اگر متغلب ہے تو نہ اُس کے منصب سے کہ وُہ شرعی نہیں بلکہ

---

[1] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۰۸

دفعِ فتنہ اور اپنے تحفظ کے لئے خود مسٹر آزاد نے فتح الباری سے دربارۂ سلطان متغلب نقل کیا (ص ۵۱)۔

طاعته خیر من الخروج علیه لما فی ذٰلك من حقن الدماء وتسکین الدھماء[1]	اس کے خلاف کے مقابلہ میں اس کی طاعت بہتر ہے کیونکہ اس میں جانوں کا تحفظ اور شورش سے سکون ہے (ت)

(۳) کہ دوم پر متفرع ہے خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقۃً فرض ہوگیا جس مباح سے منع کیا حقیقۃً حرام ہوگیا یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے اللہ دیکھتا ہے، ایک زمانے میں خلیفہ منصور نے امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فتوٰی دینے سے منع کر دیا تھا، امام ہمام کی صاحبزادی نے گھر میں ایک مسئلہ پوچھا، امام نے فرمایا، میں جواب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع کیا ہے۔ یہاں سے ظاہر ہُوا کہ خلیفہ کا حکم مباح درکنار فرض کفایہ پر غالب ہے جبکہ دوسرے اُس کے ادا کرنے والے موجود ہوں کہ اب اُس کا ترک معصیت نہیں تو حکمِ خلیفہ نافذ ہوگا اگرچہ خلیفہ ظالم بلکہ خود اس کا وُہ حکم ظلم ہو کہ امام کو فتوٰی سے روکنا نہ ہوگا مگر ظلماً، اور سلطان متغلب جس کی ولایت خلیفہ سے مستفاد نہ ہو اس کے امرونہی سے مباحات فی نفسہا واجب حرام نہ ہوجائیں گے تنہائی میں اس طور پر کہ اُسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح اپنی اباحت پر رہے گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی صاحب نسیم الریاض وعنایۃ القاضی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے میں سلطان نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کیا تھا یہ پردہ ڈال کر پیتے۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں:

"نہ خود حقہ پیتا ہُوں نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح کو حرام نہیں کہہ سکتا۔"[2]

اور منع سلطانی کے جواب میں شرح ہدیہ ابن العماد میں فرماتے ہیں:

لیت شعری ای امر من امر یہ یتمسك به امرہ الناس بترکه او امرہ باعطاء المکس علیه علی ان المراد من اولی الامر فی الاٰیة العلماء علی اصح الاقوال کما ذکرہ العینی فی اٰخر مسائل شتی من شرح الکنز وایضا	یعنی کاش میں جانوں کہ سلطان کا کون سا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ نہ پئیں یا یہ کہ تمباکو پر ٹیکس دیں معہذا آیہ کریمہ میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جس طرح شرح کنز امام عینی میں ہے نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم حکم شرعی ہوجائے گا حالانکہ

---

[1] مسئلۂ خلافت بحث بعض کتب مشہورہ عقائد وفقہ سردا تا پبلشرز لاہور ص ۱۰۶

[2] رسالہ الصلح بین الاخوان لعبدالغنی نابلسی

هل منع السلاطین الظلمة یثبت حکما شرعیا وقد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر[1]. | ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائیگا انتہی۔

یہ ارشاد امام علم الہدیٰ ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اپنے زمانے کے سلاطین میں ہے جنھیں ہزار برس سے زائد ہوئے نہ کہ اب۔ نسأل اللہ العفو والعافیة۔

(۴) کہ نیز دوم پر متفرع ہے خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔ خود مسٹر آزاد لکھتے ہیں (ص ۸۴):

"اسلام نے مسلمانوں کی حکومت ایک ہی قرار دی تھی یعنی رُوئے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرمانروا و خلیفہ ہو۔"

(۵) کوئی سلطان اپنے انعقادِ سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر سلطان اذنِ خلیفہ کا محتاج ہے کہ بے اس کے اس کی حکومت شرعی و مرضی شرع نہیں ہو سکتی، خود آزاد کے ص ۹۷ سے گزرا کہ:

"خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لئے مقامِ خلافت سے پروانۂ نیابت حاصل کرتے رہیں۔"

(۶) خلیفہ بلا وجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کئے معزول نہیں ہو سکتا، خود جبار و سرکش قُوّادِ ترک کہ متوکل بن معتصم بن ہارون رشید کو قتل کر کے خلفاء پر حاوی ہو گئے تھے جب اُن میں کسی کو زندہ رکھ کر معزول کرنا چاہتے خود اُسے مجبور کرتے کہ خلافت سے استعفیٰ دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بخلاف سلطان کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہہ دینا "میں نے تجھے معزول کیا" اس کے عزل کو بس ہے۔

(۷) سلطنت کے لئے قرشیت درکنار حریت بھی شرط نہیں، بہتیرے غلام بادشاہ ہوئے، خود رسالۂ آزاد صفحہ ۵۵ میں ہے:

"غلاموں نے بادشاہت کی ہے اور تمام سادات و قریش نے ان کے آگے اطاعت کا سر جھکایا ہے۔"

اور خلافت کے لئے حریت باجماع جملہ اہل قبلہ شرط ہے کما فی المواقف وشرحه وعامة الکتب (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح اور عامۂ کتب میں ہے۔ ت) یہاں سے خلیفہ و سلطان کے فرق ظاہر ہو گئے، نیز

---

[1] شرح ہدیۃ ابن العماد

کھل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے، ولہذا کبھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لفظ سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس کی کسرِ شان ہے آج تک کسی نے سلطان ابوبکر صدیق، سلطان عمر فاروق، سلطان عثمان غنی، سلطان علی المرتضٰی بلکہ سلطان عمر بن عبدالعزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سنا ہوگا، کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کے ساتھ اسے نہ پائیے گا، تو کھل گیا کہ جس کے نام کے ساتھ سلطان لگاتے ہیں اسے خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند و بالا ہے۔ یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے، اسی کے لئے قرشیت وغیرہا سات شرطیں لازمی ہیں عرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکم شرع کا نافی ہے نہ اصطلاحِ شرع کا منافی۔ جس طرح اجماعِ اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے، پھر عرف حادث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں، یہ مبحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ ہو وباللہ التوفیق۔

فصل اوّل

احادیث متواترہ سرکار رسالت و اجماع صحابہ و تابعین و ائمۂ امت و مذہب مہذب اہلسنت و جماعت سے شرط قرشیت کے روشن ثبوت

احادیث شریفہ کو میں جدا لاؤں اُن کی تخریج و شان تواتر بتاؤں اُن سے اتمام تقریب و وجہ احتجاج دکھاؤں اس سے یہی بہتر کہ کتبِ عقائد و کتبِ حدیث و کتبِ فقہ سے اقوال جلیلۂ ائمۂ کرام و علمائے اعلام سناؤں کہ اُن میں وہ سب کچھ بفضلہ تعالٰی بروجہ کافی ووافی ہے ہر وہم و وسوسہ کا نافی و شافی ہے وہی تمہیں بتا دیں گے کہ حدیثیں متواتر ہیں اُن کی حجتیں قاہرہ ہیں ہر طبقہ و قرن کے اجماع متظافر ہیں مخالف سُنّی نہیں خارجی معتزلی گمراہ خاسر ہیں وباللہ التوفیق۔

کتبِ عقائد

(۱) امام ہمام مفتی الجن والانس عارف باللہ نجم الملۃ والدین عمر نسفی استاذ امام برہان الملۃ والدین صاحبِ ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰی کا متن عقائد مشہور بہ عقائد نسفی جو سلسلۂ نظامیہ و دیگر سلاسل تعلیمیہ میں عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ہے جسے درس میں اسی لئے رکھا ہے کہ طلبہ عقائدِ اہلسنت سے آگاہ ہوجائیں، اس کتاب جلیل میں ہے: ویکون من قریش ولا یجوز من غیرھم[1] یعنی خلیفہ قریش سے ہو غیر قریشی جائز نہیں۔

[1] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۱

شرح[2] علامہ تفتازانی میں ہے :

لم یخالف فیہ الا الخوارج و بعض المعتزلۃ۔[1]

قرشیت کی شرط میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر خارجیوں اور بعض معتزلیوں نے۔

اُسی[3] میں ہے :

یشترط ان یکون الامام قریشیا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام الائمۃ من قریش وھذا وان کان خبرا واحدا لکن لما رواہ ابوبکر محتجا بہ علی الانصار ولم ینکرہ احد فصار مجمعا علیہ۔[2]

یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو بدلیل قول نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انصار پر حجت میں اسے پیش کیا اور صحابہ کرام میں کسی نے اس پر انکار نہ کیا تو اس پر اجماع ہوگیا۔

کتاب[4] قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام غزالی میں ہے :

شرط الامامۃ نسبۃ قریش لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش۔[3]

خلافت کی شرط نسب قریشی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا خلفاء قریش سے ہیں۔

اس کی شرح اتحاف[5] میں ہے :

ان کثیرا من المعتزلۃ نفی ھذا الاشتراط ودلیل اھل السنۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش قال العراقی اخرجہ النسائی من حدیث انس والحاکم من حدیث علی وصححہ اھ قلت وکذا اخرجہ البخاری فی التاریخ وابو یعلی والطیالسی والبزار عن انس واخرجہ احمد من حدیث ابی ھریرۃ وابی بکر الصدیق

یعنی بہت معتزلیوں نے شرط قرشیت کا انکار کیا اور اہلسنت کی دلیل، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہوں، امام زین الدین عراقی نے فرمایا یہ حدیث نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حاکم نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اھ میں کہتا ہوں یونہی اسے امام بخاری نے کتاب التاریخ

---

[1] شرح العقائد النسفیۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۲

[2] " " " " " " " " ص ۱۱۱ و ۱۱۲

[3] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث الرکن الرابع مکتبۃ المشھد الحسینی قاہرہ مصر ۱/ ۱۱۵

والطبرانی من حدیث علی وعندہ عن انس بلفظ ان الملك فی قریش واخرج یعقوب بن سفیان وابویعلی والطبرانی من طریق سکین من عبدالعزیز حدثنا سیار بن سلامۃ ابوالمنہال قال دخلت مع ابی علی ابی برزۃ الاسلمی فسمعتہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول الامراء من قریش[1] الخ (ملخصًا)۔

اور ابویعلٰی وابوداؤد طیالسی وبزار نے انس اور امام احمد نے ابوہریرہ وحضرت صدیق اکبر اور طبرانی نے مولٰی علی سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نیز طبرانی کے یہاں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لفظوں سے ہے کہ سلطنت قریش میں ہے اور یعقوب بن سفیان وابویعلٰی وطبرانی نے سکین بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ ہم سے سیار بن سلامہ ابوالمنہال نے حدیث بیان کی کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گیا انھیں یہ حدیث روایت کرتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی کو فرماتے سُنا کہ خلفاء قریش سے ہیں الخ (ملخصًا)

ثم ذکر تخاریج حدیث لایزال ھذا الامر فی قریش[2] وشواھدہ وکلہ ماخوذ من الفتح۔

پھر انھوں نے حدیث، کہ یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی، کی تخریجات اور شواہدات کو ذکر کیا اور یہ سب فتح الباری سے ماخوذ ہے (ت)

مسایرۂ امام محقق علے الاطلاق کمال الدین بن الہمام میں ہے:

شرط الامام نسب قریش خلافا لکثیر من المعتزلۃ[3]۔

خلیفہ کی شرط نسب قرشی ہے بہت معتزلیوں کا اس میں خلاف ہے (ت)

مسامرہ علامہ ابن ابی شریف شافعی تلمیذ امام ابن الہمام میں ہے:

لنا قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش قد منا تخریجہ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الناس تبع لقریش اخرجہ الشیخان وفی البخاری من حدیث معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی

ہم اہلسنت کی دلیل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں، ہم نے اس حدیث کی تخریج اوپر بیان کی نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ سب آدمی قریش کے تابع ہیں، اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا، نیز بخاری میں

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب قواعد العقائد دارالفکر بیروت ۲/ ۲۳۱
[2] " " " " " " " "
[3] مسایرۃ مع المسامرۃ شروط الامام مکتبہ تجاریۃ کبرٰی مصر ص ۲۳۹

عنہ ان ھذا الامر فی قریش[1]

امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بیشک خلافت قریش میں ہے۔

اور تخریج حدیث چھ ورق اوپر بیان کی،

رواہ النسائی من حدیث انس ورواہ بمعناہ الطبرانی فی الدعاء والبزار والبیھقی وافردہ شیخنا الامام الحافظ ابو الفضل بن حجر بجزء جمع فیہ طرقہ عن نحو من اربعین صحابیا[2]

یہ حدیث نسائی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور یہی مضمون طبرانی نے کتاب الدعاء اور بزار و بیہقی نے روایت کیا اور ہمارے شیخ امام حافظ ابو الفضل ابن حجر عسقلانی نے خاص اس حدیث میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اس کی روایات قریب چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جمع کیں۔

علامہ امام قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں،

اما عندنا فالشروط انواع بعضھا لازمہ لا تنعقد بدونہ، وھی الاسلام والذکورۃ والحریۃ والعقل والبلوغ واصل الشجاعۃ وان یکون قرشیا[3]

ہمارے نزدیک خلافت کی شرطیں کئی قسم ہیں بعض تو شروط لازم ہیں کہ اُن کے بغیر خلافت صحیح ہی نہیں ہوسکتی وہ یہ ہیں اسلام اور مرد ہونا اور آزادی و عقل و بلوغ و اصل شجاعت اور قرشی ہونا۔

پھر فرمایا:

اما نسب قریش فلقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش رواہ البزار وھذا وان کان خبر واحد فقد اتفقت الصحابۃ علی قبولہ قالہ الامام ابو العباس الصابونی وغیرہ[4]

قریشی ہونا اس لئے شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، خلفاء قریش سے ہوں۔ اسے بزار نے روایت کیا، اور یہ اگرچہ خبر احاد ہو مگر صحابہ کرام نے اس کے قبول پر اجماع فرمایا، یہ امام ابو العباس صابونی وغیرہ نے افادہ فرمایا۔

طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے،

---

[1] مسامرۃ شرح مسایرہ شروط الامام مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ص ۳۲۰
[2] " " " " " " " " ص ۳۰۶
[3] تعلیقات مسایرۃ مع المسامرۃ " " " " ص ۳۱۹ و ۳۲۰
[4] " " " " " " " " ص ۳۲۰

التاسعة کونه قرشیا خلافا للخوارج وجمع من المعتزلة لنا قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمة من قریش واللام فی الجمع حیث لاعھد للعموم[1]

یعنی خلافت کی نویں شرط قریشی ہونا ہے اس میں خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ کو خلاف ہے کہ وہ خلیفہ کا قریشی ہونا ضروری نہیں جانتے، ہماری دلیل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہوں جہاں عہد نہ ہو جمع پر لام استغراق کے لئے ہوتا ہے یعنی تمام خلفاء قریش ہی سے ہوں۔

مواقف[۱۲] میں ہے:

یکون قرشیا ومنعه الخوارج وبعض المعتزلة لنا قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمة من قریش ثم ان الصحابة عملوا بمضمون ھذا الحدیث واجمعوا علیه فصار قاطعا[2]

یعنی خلیفہ قریشی ہو خارجی اور بعض معتزلی اس شرط کے منکر ہیں ہماری دلیل نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلیفہ قریشی ہو، پھر صحابہ کرام اس حدیث کے مضمون پر عامل ہوئے اور اُن کا اس پر اجماع ہُوا تو وہ دلیل قطعی ہوگئی۔

شرح[۱۳] علامہ سید شریف میں ہے:

صار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیة[3]

یعنی دلیل قطعی ہوگئی جس سے قرشیت کا شرط ہونا یقینی ہوگیا۔

اُسی[۱۴] میں ہے: اشترطه الاشاعرة[4] یعنی اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے۔

مقاصد[۱۵] میں ہے:

یشترط فی الامام کونه قرشیا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمة من قریش[5]

امام میں شرط ہے کہ قرشی ہو، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریش سے ہوں۔

شرح[۱۶] مقاصد میں ہے:

---

[1] طوالع الانوار علامہ بیضاوی

[2] مواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامة منشورات الشریف رضی قم ایران ۸/۳۵۰

[3] " " " " " " " " " " "

[4] " " " " " " " " " " "

[5] مقاصد علی ہامش شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامة المبحث الثانی دار المعارف النعمانیة لاہور ۲/۲۷۷

اتفقت الامة علی اشتراط کونه قرشیا خلافا للخوارج لنا السنة والاجماع اما السنة فقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش واما الاجماع فهوانه لما قال الانصار یوم السقیفة منا امیر ومنکم امیر منعهم ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنه بعدم کونهم من قریش ولم ینکره علیه احد من الصحابة فکان اجماعا۔[1]

یعنی تمام اُمت کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا قریشی ہونا شرط ہے اس میں مخالف خارجی ہیں اور اکثر معتزلی ہماری دلیل حدیث و اجماعِ اُمت ہے، حدیث تو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہیں، اور اجماع یُوں کہ جب انصار رضی اللہ تعالٰی عنہم نے روز سقیفہ بنی ساعدہ مہاجرین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہا ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے، انھیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی نے دعاوی خلافت سے یُوں باز رکھا کہ تم قریشی نہیں (اور خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے) اس پر کسی صحابی نے انکار نہ کیا تو اجماع ہوگیا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

یشترط ان یکون الامام قرشیا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش وهو حدیث مشهور ولیس المراد به الامامة فی الصلوٰة اتفاقا فتعینت الامامة الکبرٰی خلافا للخوارج وبعض المعتزلة۔[2]

یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ائمہ قریش سے ہیں۔ اور یہ حدیث مشہور ہے اور اس میں امامت نماز باجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے اس میں مخالف خارجی ہیں یا بعض معتزلی۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

المسلمون لابد لهم من امام قرشی ولایشترط ان یکون هاشمیا۔[3]

یعنی مسلمانوں کے لئے ضرور ہے کہ کوئی قریشی خلیفہ ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

یکون من قریش ولا یجوز من غیرهم۔[4]

خلیفہ قریشی ہو غیر قریشی کی خلافت درست نہیں۔

---

[1] شرح المقاصد — الفصل الرابع فی الامامة — دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۷

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر — نصب الامام واجب — مصطفی البابی مصر ص ۱۲۷

[3] طریقہ محمدیہ — المسلمون لابدلهم من امام — مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/۷۱

[4] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ " " " " " — مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۹۵

13

تمہید[۲۰] امام ابوالشکور سالمی جسے سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدّین نے درس میں پڑھا اُس میں ہے :

اجمعنا علی ان الامام من قریش و لایکون من غیرہ۔[۱] | ہم اہلسنت کا اجماع ہے کہ خلیفہ قریش سے ہو اُن کے غیر سے نہیں ۔

کُتب حدیث

صحیح مسلم وصحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان۔[۲] | خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہیں ۔

شرح[۲۱] صحیح مسلم للامام النووی وشرح[۲۲] صحیح بخاری للامام القسطلانی ومرقاۃ[۲۳] علی قاری میں ہے :

بین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ھذا الحکم مستمر الی اٰخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان۔[۳] | رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظاہر فرمادیا کہ یہ حکم ختمِ دنیا تک ہے جب تک دو آدمی بھی رہیں ۔

ارشاد[۲۴] الساری شرح صحیح بخاری میں ابن[۲۵] المنیر سے اور عمدۃ[۲۶] القاری امام بدر محمود عینی حنفی میں ہے :

قریش ھم اصحاب الخلافۃ وھی مستمرۃ لھم الی اٰخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان۔[۴] | قریش ہی خلافت والے ہیں وہ ختمِ دنیا تک اُنھیں کے لئے ہے جب تک دو آدمی بھی باقی رہیں ۔

امام قرطبی کی مفہم[۲۷] شرح صحیح مسلم میں پھر عمدۃ[۲۸] القاری وفتح[۲۹] الباری شروح صحیح بخاری میں ہے :

ھذا الحدیث خبر عن المشروعیۃ ای لاتنعقد الامامۃ الکبری الا لقرشی مھما وجد | اس حدیث میں حکمِ شرعی کا بیان ہے یہ فرمایا ہے کہ جب تک دنیا میں ایک قرشی بھی باقی رہے اوروں کی

---

[۱] التمہید فی بیان التوحید — الباب الحادی عشر فی الخلافۃ — دار العلوم حزب الاحناف لاہور — ص ۱۵۹

[۲] صحیح بخاری — کتاب الاحکام — باب الامراء من قریش — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/ ۱۰۵۷

صحیح مسلم — کتاب الامارۃ — باب الناس تبع الناس لقریش — " " " — ۲/ ۱۱۹

[۳] شرح مسلم مع صحیح مسلم — کتاب الامارۃ — " " " — ۲/ ۱۱۹

ارشاد الساری — باب الامراء من قریش — دار الکتاب العربی بیروت — ۱۰/ ۲۱۸

[۴] عمدۃ القاری شرح البخاری — " " " — ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ — ۱۶/ ۷۵

13
13

منهم احد[1] خلافت صحیح نہیں۔

امام نووی شرح صحیح مسلم پھر امام قسطلانی شرح صحیح بخاری اور علامہ طیبی و علامہ سید شریف و علی قاری شروحِ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

هذه الاحادیث واشباهها دلیل ظاهر ان الخلافة مختصة لقریش لایجوز عقدها لاحد من غیرهم وعلی هذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابة وکذلك بعدهم ومن خالف فیه من اهل البدع او اعرض بخلاف من غیرهم فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعین فمن بعدهم بالاحادیث الصحیحة۔[2]

یہ حدیثیں اور ان کے مثل اور احادیث روشن دلیلیں ہیں کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے ان کے سوا کسی کو خلیفہ بنانا جائز نہیں، اسی پر زمانۂ صحابہ میں یوں ہی اُن کے بعد اجماع منعقد ہُوا تو جن بدمذہبوں نے اس میں خلاف کیا یا جس نے اور کسی کے خلاف کا اشارہ کیا اس کا قول صحابہ و تابعین و علمائے مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثوں سے مردود ہے۔

علامہ ابن المنیر پھر حافظ عسقلانی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

الصحابة اتفقوا علی افادة المفهوم للحصر خلافا لمن انکر ذلك والی هذا ذهب جمهور اهل العلم ان شرط الامام ان یکون قرشیا وقالت الخوارج وطائفة من المعتزلة یجوز ان یکون الامام غیر قرشی و بالغ ضرار بن عمرو فقال تولیة غیر القرشی اولی وقال ابوبکر الطیب لم یعرج المسلمون علی هذا القول بعد ثبوت حدیث الائمة من قریش وعمل المسلمون به قرنا بعد قرن وانعقد الاجماع علی اعتبار ذالك قبل ان یقع

یعنی صحابہ نے اتفاق فرمایا کہ حدیث الائمۃ من قریش خلافت کا قریشی میں حصر فرماتی ہے برخلاف اُس کے جو اس کا منکر ہو، اور یہی مذہب جمہور اہل علم کا ہے کہ خلیفہ کے لئے قریشی ہونا شرط اور خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہوسکتا ہے اور ضرار بن عمرو تو یہاں تک بڑھ گیا کہ کہا غیر قریشی کا خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ امام ابوبکر ابن الطیب نے فرمایا مسلمانوں نے اس قول کی طرف التفات نہ کیا بعد اس کے کہ حدیث الائمۃ من قریش ثابت ہوچکی اور ہر قرن میں مسلمان اس پر عامل رہے اور اس اختلاف

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۵

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

الاختلاف[۱] اُٹھنے سے پہلے اُس کے ماننے پر اجماع منعقد ہولیا۔

امام احمد ناصر الدین اسکندرانی پھر امام شہاب الدین کنانی وجہ دلالت حدیث لا یزال ھذا الامر فی قریش میں فرماتے ہیں،

البتۃ أبالحقیقۃ ھٰھنا ھو الامر الواقع صفۃ لھذا وھذا لایوصف الا بالجنس فمقتضاہ حصر جنس الامر فی قریش کانہ قال لا امر الا فی قریش و الحدیث و ان کان بلفظ الخبر فھو بمعنی الامر، وبقیۃ طرق الحدیث تؤید ذٰلک[۲]

یعنی حاصل حدیث یہ ہے کہ ھذا الامر فی قریش دائما یہ امر خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے ھذا مبتدا ہے اور امر اس کی صفت، اور ھذا کی صفت میں ہمیشہ جنس ہی آتی ہے، تو مطلب یہ کہ جنس خلافت قریش ہی کے لئے ہے (ان کے غیر کے لئے اس کا کوئی فرد نہیں) گویا الفاظ یُوں ارشاد ہُوئے کہ خلافت نہیں مگر قریش میں، اور حدیث اگرچہ صورۃً خبر ہے معنیً امر ہے، حدیث کی باقی روایتیں اس معنی کی مؤید ہیں۔

امام ابن حجر اور اُن سے پہلے امام ابن بطال شرح بخاری للمهلب سے ناقل،

یجوز انیکون ملک یغلب علی الناس بغیر انیکون خلیفۃ، وانما انکر معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ خشیۃ ان یظن احد ان الخلافۃ تجوز فی غیر قریش، فلما خطب بذٰلک دل علی ان ذٰلک الحکم عند ھم کذٰلک اذ لم ینقل عن احد منھم انکر علیہ[۳]

یعنی جب حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلۂ قحطان سے ہوگا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر سخت انکار کیا اور خطبہ پڑھا اس میں فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت قریش میں ہے، یہ انکار اس بنا پر نہ تھا کہ کوئی غیر قرشی بادشاہ بھی نہیں ہوسکتا، یہ تو جائز ہے کہ کوئی بادشاہ لوگوں پر تغلب کرے اور خلیفہ نہ ہو بلکہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ

عہ تنبیہ ضروری، یہ کلام جلیل یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالٰی اس سے اہلِ باطل کا منہ کالا ہوگا ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

---

[۱] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۶

[۲] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[۳] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۶/۲۳۲

نہ سمجھ بیٹھے کہ غیر قرشی خلیفہ ہوسکتا ہے لہذا حضرت امیر معاویہ نے خطبہ پڑھا کہ کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں ہوسکتا اور اس پر کسی صحابی وتابعی نے انکار نہ کیا تو معلوم ہُوا کہ اُن سب کا یہی مذہب ہے۔

مہلب پھر ابن بطال پھر عینی وعسقلانی وقسطلانی سب شروح بخاری میں فرماتے ہیں :

ان القحطانی اذا قام ولیس من بیت النبوۃ و لا من قریش الذین جعل اللہ فیھم الخلافۃ فھو من اکبر تغیر الزمان وتبدیل الاحکام[1]۔

جب قحطانی قائم ہوگا اور وُہ نہ خاندان نبوت سے ہے نہ قریش سے جن میں اللہ عزّوجل نے خلافت رکھی ہے تو یہ ایک بڑا تغیر زمانہ اور احکام شریعت کی تبدیل ہوگا۔

امام اجل قاضی عیاض پھر امام ابوزکریا نووی شروح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں :

اشتراط کونہ قرشیا ھو مذھب العلماء کافۃ وقد احتج بہ ابوبکر وعمر علی الانصار یوم السقیفۃ فلم ینکرہ احد وقد عدھا العلماء فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیھا قول ولا فعل یخالف ماذکرنا وکذلک من بعدھم فی جمیع الاعصار ولا اعتداد بقول النظام ومن وافقہ من الخوارج واھل البدع انہ یجوز کونہ من غیر قریش لما ھو علیہ من مخالفۃ اجماع المسلمین[2]۔

خلیفہ میں قرشی ہونے کی شرط جمیع علماء کا مذہب ہے اور بیشک اسی سے صدیق اکبر وفاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت قائم فرمائی اور صحابہ میں کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور بیشک علمائے اسے مسائل اجماع میں گنا اور سلف صالح میں کوئی قول یا فعل اس کے خلاف منقول نہ ہُوا، یُونہی تمام زمانوں میں علمائے مابعد سے اور وُہ جو نظام معتزلی اور خارجیوں اور بدمذہبوں نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہوسکتا ہے کچھ گنتی شمار میں نہیں کہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں :

گفت آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ می باشد امر خلافت در قریش یعنی مے باید کہ درایشاں باشد وجائز نیست شرعاً عقد خلافت مرغیر ایشاں را وبریں منعقد شد اجماع در زمن صحابہ وبایں حجت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی یعنی انہی میں ہونا چاہیے اور شرعاً ان کے غیر میں خلافت کا انعقاد جائز نہیں صحابہ کے زمانہ میں اس پر اجماع ہوچکا ہے اور اسی حدیث کو

---

[1] فتح الباری کتاب الفتن باب تغیر الزمان حتی یعبد الاوثان مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۱۹۱

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

کردند مہاجران بر انصار۔[1]

مہاجرین نے انصار پر بطورِ حجت پیش کیا۔ (ت)

امام[51] جلال الدین کی تاریخ الخلفاء سے گزرا:

لم اورد احدا من الخلفاء العبیدیین لان امامتھم غیر صحیحۃ لانھم غیر قریش۔[2]

میں نے اس کتاب میں خلفائے عبیدیہ سے کسی کا ذکر نہ کیا اس لئے کہ اُن کی خلافت باطل ہے کہ وہ قرشی نہیں۔

کُتبِ فقہ حنفی

فتاوی[52] سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقادیہ میں ہے:

یشترط ان یکون الخلیفۃ قرشیا ولا یشترط ان یکون ھاشمیا۔[3]

خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

اشباہ[53] والنظائر فن ثالث بیان فرق پھر ابو[54] السعود ازہری علی الکنز میں ہے:

یشترط فی الامام ان یکون قرشیا۔[4]

خلیفہ میں شرط ہے کہ قریشی ہو۔

غمز[55] العیون میں ہے:

یشترط نسب قریش لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش۔[5]

قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریشی ہوں۔

در[56] مختار میں ہے:

یشترط کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا

خلیفہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ مسلمان آزاد،

ع اوردہ آخر کتب الحدیث تبعا ۱۲ منہ غفرلہ

اس کو کتب حدیث کے آخر میں تابع ہونے کی حیثیت سے ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب مناقب قریش فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۶۱۹

[2] تاریخ الخلفاء خطبۃ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷

[3] فتاوی سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقاد نولکشور لکھنؤ ص ۷۰

[4] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۵۳ و ۲۵۴

[5] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثالث 〃 〃 〃 ۲/ ۲۵۳، ۲۵۴

قادرا قرشیا[1] — مرد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہو۔

طحطاوی[2] علی الدر میں ہے:

اشترط کونه قرشیا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش وقد سلمت الانصار الخلافة لقریش بھذا الحدیث[2]

خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قرشی ہوں۔ اسی حدیث سے انصار نے قریش کو خلافت تسلیم کر دی۔

ردالمحتار[3] میں اسی کے مثل لکھ کر فرمایا:

وبه یبطل قول الضراریة ان الامامة تصلح فی غیر قریش والکعبیة ان القرشی اولی بھا[3]

یعنی اسی حدیث واتفاق صحابہ کرام سے ضراریہ کا قول باطل ہُوا جو کہتے ہیں کہ خلافت غیر قریش میں لائق ہے اور کعبیہ کا جو کہتے ہیں خلافت کے لئے قرشی ہونا صرف اولٰی ہے یعنی ان دونوں گمراہ فرقوں نے اہلسنت کا خلاف کیا، اول نے غیر قرشی کی خلافت کو اولٰی جانا دوم نے قرشی کی خلافت کو صرف اولٰی سمجھا لازم نہ جانا، اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے دوسرا خلیفہ شرعی نہیں ہو سکتا۔

تمہید امام ابوشکور سالمی میں امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم[4] رضی اللہ تعالٰے عنہ کے نص سے اس کی تصریح ہے کہ:

قال ابوحنیفة رحمة اللہ تعالٰی علیه یصح امامته اذا کان قرشیا برا کان او فاجرا[4]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے فرمایا: خلافت صحیح ہے بشرطیکہ قرشی ہو نیک خواہ بد۔

ازالہ وہم میں عبارات کتب عقائد و حدیث

بالجملہ مسئلہ قطعاً یقیناً اہلسنت کا اجماعی ہے ولہذا حدیث بخاری:

اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی[5]

سُنو اور مانو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام عامل کیا جائے۔

---

[1] درمختار — باب الامامۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۸۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — 〃 — دار المعرفۃ بیروت — ۱/۲۳۹

[3] ردالمحتار — 〃 — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۱/۳۶۸

[4] تمہید ابوشکور سالمی — الباب الحادی عشر فی الخلافۃ والامامۃ — دارالعلوم حزب الاحناف لاہور — ص ۱۵۹

[5] صحیح بخاری — کتاب الاحکام — باب السمع والطاعۃ للامام — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/۱۰۵۷

اُس کی شرح میں علما قاطبۃً ازالہ وہم کی طرف متوجہ ہوئے، شرح مقاصد[61] میں ہے:

ذٰلك فی غیر الامام من الحکام[1] — یہ حدیث خلیفہ کے سوا اور حکام ماتحت کے بارے میں ہے۔

مواقف[62] میں ہے:

ذلك الحدیث فی من امرہ الامام علی سریۃ وغیرھا[2] — یہ حدیث اُس کے بارے میں ہے جسے کسی لشکر وغیرہ پر سردار کرے۔

شرح مواقف[63] میں ہے:

یجب حملہ علی ھذا دفعا للتعارض بینہ وبین الاجماع، او نقول ھو مبالغۃ علی سبیل الفرض ویدل علیہ انہ لایجوز کون الامام عبدا اجماعا[3] — حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے کہ اجماع کے مخالف نہ پڑے، یا یوں کہیں کہ وہ بروجہ مبالغہ بطور فرض ارشاد ہُوا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام کا غلام ہونا بالاجماع باطل ہے۔

ابن الجوزی[64] نے تحقیق پھر امام بدر محمود عینی[65] نے عمدۃ القاری، پھر حافظ عسقلانی نے شرح بخاری کتاب الصلٰوۃ میں فرمایا:

ھذا فی الامراء والعمال لاالائمۃ والخلفاء فان الخلافۃ فی قریش لامدخل فیھا لغیرھم[4] — یہ حدیث سرداروں اور عاملوں کے بارے میں ہے نہ خلفا میں کہ خلافت تو قریش میں ہے دوسروں کو اس میں دخل ہی نہیں۔

یہیں فتح الباری[66] میں ہے:

امر بطاعۃ العبد الحبشی والامامۃ العظمی انما تکون بالاستحقاق فی قریش فیکون غیرھم متغلبا[5] — حبشی غلام کی اطاعت کا حکم فرمایا اور خلافت تو صرف قریش کا حق ہے تو غیر قریشی متغلب ہوگا یعنی زبردستی امیر بن بیٹھنے والا۔

---

[1] شرح المقاصد — الفصل الرابع فی الامامۃ المبحث الثانی — دار المعارف النعمانیہ لاہور — ۲/۲۷۷
[2] مواقف شرح المواقف — المرصد الرابع فی الامامۃ — منشورات الشریف الرضی، قم، ایران — ۸/۳۵۰
[3] شرح المواقف " " " " " " " " "
[4] عمدۃ القاری شرح البخاری — باب امامۃ العبد والمولیٰ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۵/۲۲۸
[5] فتح الباری " " " " " — مصطفی البابی مصر — ۱۶/۲۳۹

عمدۃ القاری[67] و فتح الباری[68] کتاب الاحکام میں اسی حدیث کے نیچے ہے :

ای جعل عاملا بان امر امارۃ عامۃ علی البلد مثلا او ولی فیہا ولایۃ خاصۃ کالامامۃ فی الصلٰوۃ او جبایۃ الخراج او مباشرۃ الحرب فقد کان فی زمن الخلفاء الراشدین من تجمع لہ الامور الثلثۃ و من یختص ببعضہا[1]

مراد یہ ہے کہ وہ عامل کیا جائے، یُوں کہ خلیفہ غلام حبشی کو کسی شہر کا عام والی کردے یا کسی خاص منصب کی ولایت دے جیسے نماز کی امامت یا خراج کی تحصیل یا کسی لشکر کی سرداری، خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ تینوں باتیں بعض میں جمع ہوجاتی تھیں اور کسی میں بعض۔

امام ابوسلیمٰن[69] خطابی پھر امام عینی و امام عسقلانی[1] و علی قاری[2] نے فرمایا :

قد یضرب المثل بما لایقع فی الوجود و ھذا من ذالک واطلق العبد الحبشی مبالغۃ فی الامر بالطاعۃ وان کان لایتصور شرعا ان یلی ذلک[2] اھ بلفظ المرقاۃ قال الخطابی قد یضرب المثل بما لایکاد یصح فی الوجود[3]

یعنی کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی، یہ حدیث اسی قبیل سے ہے، حبشی کا ذکر حکمِ اطاعت میں مبالغہ کے لئے فرمایا اگرچہ حبشی غلام کا ولی بننا شرعاً متصور نہیں، مرقاۃ کے الفاظ یہ ہیں خطابی نے کہا کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی۔ (ت)

اشعۃ اللمعات[70] میں ہے :

ذکر عبد برائے مبالغہ است بروتیرہ قول آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر کہ بنا کند مسجدے اگرچہ مثل آشیانہ کنجشک و مر مسجد ہرگز مثل آشیانہ کنجشک نباشد لیکن مقصود مبالغہ است یا مراد نائب خلیفہ است[4]

غلام کا ذکر بطور مبالغہ ہے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس ارشاد کے طور پر، جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے گھونسلے کی مثل ہو، حالانکہ مسجد ہرگز چڑیا کے گھونسلے کی مثل نہیں ہوتی، لیکن مقصود مبالغہ ہے یا خلیفہ کا کوئی نائب مراد ہے (ت)

---

[1] فتح الباری باب السمع والطاعۃ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۹
[2] فتح الباری ۱۶/ ۲۴۰
[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۲۴۶
[4] اشعۃ اللمعات کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۰۱

عمدۃ القاری[10] وکواکب[11] الدراری ومجمع البحار[12] میں ہے :

هذا فی الامراء والعمال دون الخلفاء لان الحبشی لایتولی الخلافة لان الائمة من قریش[1]

یہ حدیث سرداروں اور عاملوں میں ہے حبشی خلیفہ نہ ہوگا کہ خلفا تو قریش سے ہیں۔

مہلب[13] پھر ابن بطال[14] پھر ابن حجر[15] نے فتح میں کہا :

قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اسمعوا واطیعوا لایوجب ان یکون المستعمل للعبد الامام قرشی لما تقدم ان الامامة لاتکون الا فی قریش[2]

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام کی اطاعت کرو اسی کو واجب کرتا ہے کہ غلام کو قریشی خلیفہ نے عامل بنایا ہو کہ خلافت تو نہیں مگر قریش میں۔

فتح الباری وارشاد[16] الساری ومرقاۃ[17] قاری میں ہے :

واللفظ لها (وان استعمل علیکم عبد حبشی) ای وان استعمله الامام الاعظم علی القوم لان العبد الحبشی هو الامام الاعظم فان الائمة من قریش[3]

اگرچہ تم پر غلام حبشی عامل کیا جائے یعنی اگرچہ خلیفہ کسی غلام کو عامل بنائے نہ یہ کہ خود غلام حبشی خلیفہ ہو کہ خلفا تو قریش سے ہیں۔

مجمع البحار[18] الانوار میں ہے :

شرط الامام الحریة والقرشیة ولیس فی الحدیث انه یکون اماما بل یفوض الیه الامام امرا من الامور[4]

خلیفہ کے لئے شرط ہے کہ آزاد و قریشی ہو اور حدیث میں یہ نہیں کہ غلام خلیفہ ہو بلکہ یہ مراد کہ خلیفہ اُسے کوئی کام سپرد کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں ۔ت) بلکہ خود حدیث صحیح میں اس معنی کی تصریح صریح موجود جس کا بیان فصل سوم میں آئے گا ان شاء اللہ الغفور الودود۔

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ ادارۃ المنیریۃ دمشق ۲۴/ ۲۲۴

[2] فتح الباری شرح البخاری باب السمع والطاعۃ مصطفٰی البابی مصر ۱۶/ ۳۴۰

[3] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۲۴۶

[4] مجمع بحار الانوار تحت لفظ جدع مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/ ۳۳۰

بالجملہ دربارۂ خلافت ہر طبقے اور ہر مذہب کے علمائے اہلسنّت ایسا ہی فرماتے آئے یہاں تک کہ اب دورِ آخر میں مولوی عبدالباری صاحب کے جدِّ اعلیٰ حضرت ملک العلماء بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافتِ صدیقی پر اجماع قطعی کے منعقد ہونے میں فرمایا:

باقی ماند کہ سعد بن عبادہ از بیعت متخلف ماند میگویم کہ سعد بن عبادہ امارت خود می خواست و ایں مخالف نص ست چہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فرمودہ اند الائمۃ من قریش ائمہ از قریش اند پس مخالفت او در اجماع قدح ندارد چہ مخالفت مرد انہائے صحابہ نبود بلکہ مخالفتِ اجماع داو اعتبار ندارد [1]

باقی رہا یہ کہ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی، تو ہم کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اپنے لئے خلافت کے خواہشمند تھے ان کی یہ خواہش نص کے خلاف تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے لہذا ان کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہے کیونکہ یہ محض صحابہ کرام کی رائے کی مخالفت نہ تھی بلکہ اجماع کی مخالفت تھی جس کا اعتبار نہیں ہے۔ (ت)

پھر خلافت فاروقی پر انعقاد اجماع میں فرمایا:

ہمہ صحابہ برآں عمل کردند و بیعت حضرت امیر المومنین عمر کردند و دریں ہم کسے مخالفت نکرد سوائے سعد بن عبادہ لیکن مخالفت او مخالفت نص بود چہ امارت خود میخواست چنانچہ دانستی [2]

[illegible] نے اس حدیث پر عمل کیا اور امیر المومنین عمر فاروق رضی [illegible] تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اس میں بھی سوائے سعد بن عبادہ کے کسی نے مخالفت نہ کی لیکن ان کی مخالفت نص کے خلاف تھی کیونکہ [illegible] اپنے لئے امارت کے خواہشمند تھے جیسا کہ آپ نے جان لیا۔ (ت)

اب سب سے اخیر دور میں حضرت مولانا فضل رسول [ع] صاحب مرحوم اپنی کتاب عقائد المعتقد المنتقد میں فرماتے ہیں:

یشترط نسب قریشی خلافا لکثیر من المعتزلۃ ولا یشترط کونہ ھاشمیا خلافا للروافض [3]

خلیفہ کا قریشی النسب ہونا شرط ہے برخلاف بہت معتزلیوں کے، اور ہاشمی ہونا شرط نہیں برخلاف رافضیوں کے۔

عہ بدایونی لیڈر عبدالماجد صاحب کے دادا ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] شرح الفقہ الاکبر لعبدالعلی فرنگی محلی

[2] " " " " " "

[3] المعتقد المنتقد الباب الرابع فی الامامۃ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۹۷

حضرت مولٰنا عبدالقادر صاحب بدایونی مرحوم اپنے رسالہ عقائد احسن الکلام میں فرماتے ہیں:

نعتقد انہ یجب علی المسلمین نصب امام من قریش[۱]

ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں پر قریشی خلیفہ قائم کرنا فرض ہے۔

نوعِ دگر از کتب عقائد

علامہ سعدالدین تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں:

فان قیل فعلی ما ذکر من ان مدۃ الخلافۃ ثلثون سنۃ یکون الزمان بعد الخلفاء الراشدین خالیا عن الامام فتعصی الامۃ کلھم، قلنا المراد بالخلافۃ الکاملۃ ولو سلم فلعل الخلافۃ تنقضی دون الامامۃ بناء علی ان الامامۃ اعم لکن ھذا الاصطلاح لم نجدہ من القوم واما بعد الخلفاء العباسیۃ فالامر مشکل[۲] (ملخصاً)

یعنی اگر کہا جائے کہ جب خلافت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تیس ہی برس رہی تو خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا اور معاذ اللہ تمام اُمت گنہگار ٹھہری کہ نصب امام اُمت پر واجب تھا تو ہم جواب دیں گے کہ وہ جو تیس برس پر ختم ہوگئی خلافت راشدہ کاملہ تھی نہ کہ مطلق خلافت اور اگر تسلیم بھی کرلیں تو شاید خلافت ختم ہوگئی امامت بعد کو رہی اور واجب نصب امام ہی تھا تو امت گنہگار نہ ہوئی یہ اس پر مبنی ہوگا کہ امامت خلافت سے عام ہے مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نہ پائی، بہرحال جب سے خلفائے عباسیہ نہ رہے امر مشکل ہے کہ اُس وقت سے نہ کوئی امام ہے نہ کوئی خلیفہ، تو اعتراض نہ اٹھا انتھی (ملخصاً)۔

اقول اولاً صحیح جواب اول ہے اور اشکال کا جواب خود علامہ کے کلام سے آتا ہے اُس وقت نظر اس پر نہ گئی تھی۔

ثانیاً امامت بیشک عام ہے جس کا بیان ہم کریں گے اِن شاء اللہ۔ نیز علامہ موصوف[ع] شرح مقاصد میں اسی اعتراض کو ذکر کرکے بہت صحیح و واضح جواب سے دفع فرماتے ہیں:

فان قیل لو وجب نصب الامام لزم

اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر

ع مذکور مستدرک بدایونی (ہداہ اللہ تعالٰی) کے پردادا ۱۲ حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

---

[۱] احسن الکلام

[۲] شرح العقائد النسفیہ دارالاشاعۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۰ و ۱۱۱

اطباق الامة فی اکثر الاعصار علی ترک الواجب لانتفاء الامام المتصف بما یجب من الصفات سیما بعد انقضاء الدولة العباسیة قلنا انما یلزم الضلالة لو ترکوہ عن قدرة واختیار لا عجز واضطرار[1]

زمانوں میں ترک واجب پر امت کا اتفاق لازم آتا ہے کہ امام کے لئے جو صفات لازم ہیں ایسا مدت سے نہیں خصوصاً جب سے دولت عباسیہ نہ رہی خلافت کا نام نشان تک نہ رہا اور ایسا ترک واجب گمراہی ہے اور گمراہی پر امت کا اتفاق محال، توہم جواب دیں گے کہ گمراہی تو جب ہوتی کہ اُن کے بعد اُمت نصب امام پر قادر ہوتی اور قصداً ترک کرتی، عجز و مجبوری کی حالت میں کیا الزام ہو۔

یہی مضمون مولوی علی الخیالی میں ہے حدیث عجز و اضطرار بیان کرکے کہا:

وبھذا الحدیث یندفع الاشکال بعد الخلفاء الراشدین والعباسیة ایضاً[2]

یعنی خلفائے عباسیہ کے بعد تمام عالم سے خلافت ضرور مفقود ہے مگر اُمت پر الزام نہیں آتا کہ عذر مجبوری موجود ہے۔

شرح عقائد امام نسفی پھر تعلیقات المبارکة للعلامة قاسم الحنفی تلمیذ الامام ابن الھمام رحمھم اللہ تعالٰی میں ضرورت خلیفہ بتائی کہ دین و دُنیا کے اِن اُمور کے انتظام کو اس کا ہونا ضرور ہے پھر فرمایا:

فان قیل فلیکتف بذی شوکة له الریاسة العامة اما ماکان او غیر امام فان انتظام الامر یحصل بذلك کما فی عھد الاتراك قلنا نعم یحصل بعض النظام فی امر الدنیا ولکن یختل امر الدین وھو المقصود الاھم[3]

یعنی اگر کوئی کہے کہ انتظام ہی کی ضرورت ہے تو ایک عام ریاست والے پر کیوں نہ قناعت ہو جائے وہ خلیفہ ہو یا نہ ہو کہ انتظام اس سے بھی حاصل ہو جائیگا جیسے سلطنت ترکی سے کہ خلافت نہیں اور انتظام کر رہی ہے پھر خلیفہ کی کیا ضرورت، تو ہم جواب دینگے ہاں ایسی سلطنتوں سے دنیاوی کاموں کا کچھ انتظام چل جائے گا مگر دینی کاموں میں خلل آئے گا وہ بے خلیفہ نہ بنیں گے اور دین ہی مقصود اعظم ہے۔

لہذا ترکی سلطنت یا اور بادشاہیاں کافی نہیں خلیفہ کی ضرورت ہے، کیا ان سے بھی صاف نص کی

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامة المبحث الاول فی نصب الامام دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۵

[2] مولوی علی الخیالی مطبع ہندو پریس دہلی ص ۲۵۷

[3] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعت قندھار افغانستان ص ۱۱۰

حاجت ہے وللہ الحجۃ البالغۃ۔

تنبیہ: اسی نوع سے ہے وہ حدیث کہ صدر کلام میں امام خاتم الحفاظ سے گزری کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت جب بنی عباس کو پہنچے گی ظہور مہدی تک اور کو نہ ملے گی۔ ظاہر ہوا کہ ۱۳۳۱ھ سے آج تک اور آج سے ظہور حضرت امام مہدی تک کوئی غیر عباسی خلیفہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا جو دوسرے کو خلیفہ مانے حدیث کی تکذیب کرتا ہے یہ حدیث اپنے طرق عدیدہ سے حسن ہے اسے طبرانی نے معجم کبیر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا، اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اُنھیں سے بسند دیگر اور دارقطنی نے افراد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعًا اور خطیب نے بسند خلفاء حضرت حبر الامۃ سے موقوفًا اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، حدیث طبرانی کے لفظ یہ ہیں:

لکنھا فی ولد عمی صنو ابی حتی یسلموھا الی الدجال۔[1]

ہاں خلافت میرے چچا میرے باپ کی جگہ عباس کی اولاد میں ہے یہاں تک کہ اُسے سپرد دجال کرینگے۔

اور حدیث ابن مسعود میں ہے:

لاتذھب الایام واللیالی حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی فیملؤھا قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما۔[2]

شب و روز گزرنے کے بعد وہ خلافت کو میرے اہلبیت سے ایک مرد کے سپرد کریں گے جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح ظلم و ستم سے بھر گئی تھی یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

امام خاتم الحفاظ نے اس حدیث سے استناد اور اُس پر اعتماد کیا کما تقدم (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) یہ ہیں تقریبًا پچاس حدیثیں اور کتب عقائد و تفسیر و حدیث و فقہ کی بانوے ۹۲ عبارتیں۔ سُنی با انصاف کو اسی قدر کافی و وافی ہیں۔ وللہ الحمد والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ وصحبہ و ابنہ وحزبہ اجمعین۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۱۶ مروی از ام سلمہ رضی اللہ عنہا مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۳/ ۴۲۰

[2] المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم دار الفکر بیروت ۴/ ۴۴۲

فصل دوم

خطبۂ صدارت مولوی فرنگی محلی میں ۱۵ سطری کارگزاری کی نازبرداری

(۱) مسلمانو! تم نے دیکھا خلافت کے لئے شرطِ قرشیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں، صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اُمت کا اجماع، جملہ اہلسنت کا عقیدہ، ائمہ و اکابر حنفیہ کی کتب عقائد میں تصریحیں، کتب حدیث میں تصریحیں، کتب فقہ میں تصریحیں ایسے عظیم الشان جلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی محلی کا خطبۂ صدارت میں صرف شافعیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہ میں فقط بعض کے کلام سے وُہ بھی تصریح نہیں، فحوٰی سے سمجھے جانے کا ادعا کرنا کس درجہ خلافِ دیانت و اغوائے عوام ہے۔

(۲) تمہید میں تو اُس پر خود حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کا نص صریح مذکور، شاید امام اعظم کا نص بھی کسی مقلد حنفی کا فحوائے کلام ہوگا۔

(۳) اُس پر نقول قاہرہ اجماع کو یوں گرانا کہ بعض نے اجماع نقل کیا، کیسی تلبیس ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ ابتدا اس کی قاضی عیاض سے معلوم ہوتی ہے مگر ثبوت اجماع مشکل ہے۔ ثقات ائمہ کی تکذیب کا اشعار ہے، امام اجل ثقہ عدل قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالے علیہ سے پہلے ائمہ نے اُس پر اجماع نقل کیا، بعد کے علماء نے نقل کیا سب نے مقبول و مقرر رکھا کسی نے اُس میں خلاف اہلسنت کا پتا نہ دیا معاذ اللہ یہ سب جھوٹے ہیں اور فرنگی محلی سچے۔

(۵) جب نقولِ ائمہ مردود و نامعتبر ٹھہریں تو آپ ہی ہزاروں اجماعوں کا ثبوت مشکل بلکہ ناممکن ہوجائیگا کہ آخر قرآن و حدیث نے فرمایا نہیں کہ بعد عصر نبوت فلاں فلاں مسئلہ پر اجماع ہوگا ہم نے اہل اجماع کو دیکھا تک نہیں، نہ وُہ سب مل کر اپنے اجماع کی دستاویزیں رجسٹری کرا گئے اب نہ رہیں مگر نقولِ ائمہ وہ ان تازہ لیڈروں کو مقبول نہیں، پھر ثبوتِ اجماع کی صورت ہی کیا رہی۔

(۶) جب وہ نقلِ اجماع میں متہم تو نقل اقوال خاصہ میں کیوں معتمد ہوں گے، فقہ بھی گئی، یہ دیا بیہ و غیر مقلدین کی تعظیم و تکریم اور جلسوں میں اُن کی صدارت و تقدیم کی شامت ہے کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آگیا ؎

قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد

(قیاس فاسد ہے اور اجماع بے اثر ہے۔ت)

(۷) امام اجل قاضی عیاض نے ابتداءً دعوئ اجماع نہ کیا بلکہ یہ فرمایا کہ علمائے کرام نے اُسے مسائلِ اجماع میں گنا تو ان سے ابتداءً بتانا تکذیب و گستاخی کی انتہا دکھانا ہے۔

(۸) صدر اسلام میں ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئیں، پھر اگلی صدیوں کی ہزاروں کتابیں مفقود ہو گئیں، اب صدہا مسائلِ اجماعیہ میں سب سے پہلے جس امام کے کلام میں نقلِ اجماع نظر آئے اسی کے سر رکھ دیا جائے کہ ابتداء ان سے معلوم ہوتی ہے کتنا آسان طریقہ ردِ اجماع کا ہے۔

(۹) ائمہ کرام اُس پر صحابہ و تابعین و سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک تمام اہلسنت کا اجماع بتاتے، اور اسی بناء پر کتبِ عقائد میں اُسے قطعیہ یقینیہ فرماتے ہیں اُس کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو اگر وہ انعقادِ اجماع سے پہلے کی گفتگو ہے اُس سے نقضِ اجماع جنونِ خالص ہے یوں ہی اگر تاریخ معلوم نہ ہوا اور اگر بعد کی ہے اور سند صحیح نہیں تو آپ ہی مردود اور صحیح و قابلِ تاویل ہے تو واجب التاویل ورنہ شاذ روایت اجماع کے مقابل قطعاً مضمحل نہ کہ الٹا اُس سے اجماع باطل۔

(۱۰) قریش میں حصر خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہیں بہت متکلمین کی نظر احادیث پر زیادہ وسیع نہ تھی کہ فن دوسرا ہے انھوں نے خبرِ احاد سمجھا تو ساتھ ہی قبولِ صحابہ سے قطعی یقینی بتا دیا مگر مسامرہ سے گزرا کہ حافظ الحدیث امام عسقلانی نے ایک حدیث الائمۃ من قریش کو چالیس کے قریب صحابہ کرام سے مروی دکھا دیا اور اس میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام امام سخاوی نے مقاصد حسنہ[۱] میں لذۃ العیش فی طرق حدیث الائمۃ من قریش بتایا یہ عدد صحابہ کرام میں یقیناً تواتر کا ہے یہ ایک حدیث کا حال تھا اسی مدعا پر اور احادیث علاوہ۔

(۱۱) اس سے قطع نظر کیجئے تو اس قدر تو آج کل کی قاصر نگاہوں سے بھی نظر آ رہا ہے کہ وہ بلاشبہہ مشہور اور بالفاظِ عدیدہ و طرقِ کثیرہ بہت صحابۂ کرام سے ماثور، اور برابر صدرِ اول سے امت مرحومہ میں احتجاج و عمل کیلئے مقبول و منظور، پھر اس کے خاص الفاظ کے احاد سے ہونے کا ذکر جس کا جواب علمائے عقائد مواقف و شرح مقاصد و شرح مواقف وغیرہا میں دے چکے کیا انصاف ہے۔

(۱۲) ائمہ نے الائمۃ من قریش سے استدلال فرمایا اور جمع محلی باللام کے افادۂ استغراق سے اتمام تقریب فرما دیا اسے الخلافۃ فی قریش سے بدلنا اور القضاء فی الانصار سے نقض کرنا کیا مقتضائے دیانت ہے۔

(۱۳) حدیث صحیح لایزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس

---

[۱] مقاصد الحسنہ تحت حدیث عالم قریش الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۲

اثنان[1] (خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دُنیا میں دو آدمی بھی ہیں۔ ت) سے استدلال ائمہ کا کیا رَد ہوا، کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

لایزال ھذا القضاء فی الانصار وھذا الاذان فی الحبشۃ مابقی من الناس اثنان۔ ہمیشہ عہدۂ قضا انصار میں اور عہدۂ اذان حبشیوں میں رہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں۔

جب ائمہ فرما چکے کہ صحابۂ کرام نے حدیث سے حصر سمجھا اور اُسی پر عمل فرمایا تو صحابہ کے مقابل اپنی چہ میگوئیاں نکالنا کیا شانِ دین ہے۔

(۱۵و۱۶) محققینِ اہلسنت عموماً اور امام ابوبکر باقلانی کی طرف خصوصاً اس نسبت کی جرأت کہ قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں کس قدر دروغ بیمزہ ہے اکابر ائمہ و اعاظم علماء اجماعِ صحابہ اجماعِ تابعین اجماعِ امت نقل فرمارہے ہیں، ناقلان خلاف صرف خارجیوں معتزلیوں کا خلاف بتاتے ہیں، مخالفت میں ضرار و کعبی دو گمراہوں کے قول نقل کرتے ہیں معاذاللہ اگر تمام محققینِ اہل سنت درکنار صرف امام سنت باقلانی کا خلاف ہوتا تو خارجیوں معتزلیوں کو مخالف بتایا جاتا، دو گمراہوں کا نام ان کے نام نامی سے زیادہ پیارا اور قابلِ ذکر عظمت والا تھا کہ انھیں چھوڑ کر اُن دو کا نام گنایا جاتا۔ شرح عقائد نسفی کے الفاظ تو آبِ زر سے لکھنے کے ہیں کہ لم یخالف الا الخوارج وبعض المعتزلۃ[2] اس میں کسی نے خلاف نہ کیا سوا خارجیوں اور بعض معتزلیوں کے۔ تمام نقول اجماع کا یہی مطلب ہے مگر اس میں محققینِ اہلسنت و امام باقلانی کی طرف اُس نسبت باطلہ کی روشن تر تفضیح ہے وللہ الحمد اجلۂ اکابر ائمۂ اہلسنت ائمۂ کلام و اکابر حدیث و اعاظم فقہ سب کے ارشادات پسِ پشت ڈالنا اور ایک متاخر مورخ ابن خلدون کے قول بے سند پر (جس کے مذہب کی بھی کوئی ٹھیک نہیں نہ تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دینی میں اس کا نام زبانوں پر آتا ہے) سر منڈا بیٹھنا کیا شرط دین پرستی ہے اجلۂ ائمۂ جہابذۂ ناقدین کو نہ معلوم ہوا کہ خود امام سنت باقلانی و محققینِ اہلسنت اس مسئلہ میں مخالف ہیں برابر اجماع نقل فرماتے رہے مسئلہ پر جزم و یقین فرمایا کہ اہل خلاف کو خارجی معتزلی بدعتی کہتے رہے مگر آٹھویں صدی کے اخیر میں اس مورخ کو حقیقتِ حال معلوم ہوئی کہ اس میں تو محققینِ اہلسنت و امام سنت مخالف ہیں۔

(۱۷) طرفہ یہ کہ ابن خلدون نے اتنا کہا تھا:

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۰۵۷ ، صحیح مسلم کتاب الامارۃ " " " ۲/۱۱۹

[2] شرح العقائد النسفیۃ دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۲

14 اشتبہ ذٰلک علی کثیر من المحققین[1] بہت سے محققوں کو اس میں شبہہ لگا۔

فرنگی محلی تحریر نے "شبہہ لگنا اُڑا دیا" اور "کثیر" کا لفظ گھٹا دیا، اسے یُوں بنایا کہ محققین عدول کرتے ہیں یعنی ان کا عدول ازراہِ اشتباہ نہیں بلکہ ازراہِ تحقیق ہے اور وہ جو اس شرط پر قائم رہے یعنی تمام اہلسنت وہ تحقیق سے عاری ہیں۔

(۱۸) ان دونوں سے بڑھ کر چالاکی یہ کہ فرنگی محلی تحریر نے محققین کے ساتھ لفظ "اہلسنت" بڑھا لیا یہ لفظ ابن خلدون کی عبارت میں نہیں، وہ خدا جانے کن کو محققین کہہ رہا ہے، اتنہ فرما چکے کہ اس میں مخالف خارجی ہیں یا معتزلی، تو انھیں میں سے کسی فریق کو محققین کہا اور ظاہراً معتزلہ کو کہا کہ دربارہ خلافت جو مضمون اُس نے نقل کیا وُہ ضرار ابن عمرو معتزلی ہی کی مخالفت کا مؤید، نہیں نہیں بلکہ اُس سے بھی کہیں زائد ہے فاشتکی الی اللہ تعالٰی۔

(۱۹) ابن خلدون کی حالت عجیب ہے اُس کے کلام سے کہیں اعتزال کی بُو آتی ہے کہیں نیچریانہ اسباب پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے، اولیائے کرام کا صاف دشمن ہے، اُن کو رافضیوں کا مقلد بتاتا ہے، کہتا ہے اُن کے دلوں میں رافضیوں کے اقوال رچ گئے اور اُن کے مذاہب کو اپنا دین بنانے میں تو غل کیا یہاں تک کہ طریقت کا سلسلہ علی تک پہنچایا اور کہا انھوں نے حسن بصری کو خرقہ پہنایا اور اُن سے اُن کے پیر جنید تک پہنچا اس تخصیص علی اور ان کی اور باتوں سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ رافضیوں میں داخل ہیں، ولہذا رافضیوں کی طرح ایک امام مہدی کے انتظار میں ہیں جن کے آنے کی کچھ صحت نہیں، اسی طرح اقطاب و ابدال کا ایک لحت منکر ہے اس میں بھی اولیاء کے مقلد روافض ہونے کا مشعر ہے کہ جس طرح رافضیوں نے ہر زمانے میں ایک امام باطن اور اس کے نیچے نقبا مانے ہیں، یونہی اُن سے سیکھ کر صوفیہ نے ہر دور میں ایک قطب اور اس کے ماتحت ابدال گھڑے ہیں، حالانکہ احادیث مرفوعہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علاوہ جن کے بیان میں امام جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ و دیگر اجلہ اقطاب کرام

عہ دور کیوں جائیے اپنے اخ معظم مولوی عبدالحی صاحب کا فتاوٰی جلد اوّل طبع اول ص ۲۷ اور خود اپنا جمع کردہ فتاوٰی قیام ص ۳۰۶ ملاحظہ کیجئے۔ علامہ عبدالرحمان حضرمی معتزلی معروف بہ ابن خلدون ۱۲ عبید الرضا حشمت علی رضوی غفرلہ۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ہذا المنصب و شروطہ۔ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۴

قدست اسرارہم سب سے اقطاب و ابدال کی حقیقت متواتر ہے یونہی کون سا صاحب سلسلہ ہے جس کا سلسلہ امیر المومنین علی تک نہیں پہنچتا تو وہ ان تمام حضرات اکابر کرام کو معاذ اللہ دین میں مخترع اور رافضیوں کا متبع بلکہ سلک روافض میں منسلک ٹھہراتا ہے، فتوحاتِ اسلام کا راز عربی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وحشی ہونا بتایا ہے، اور یہ کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جہاد پر بھیجتے وقت انھیں وحشیت پر اور ابھار دیا کیونکہ وحشی ہی قوم کا ملک وسیع ہوتا ہے، نیز کہتا ہے صحابہ وحشی ہونے کے سبب لکھنا ٹھیک نہ جانتے تھے، اس لئے قرآن عظیم جابجا غلط لکھا ہے، اور اولیاء کو جادوگروں کے حکم میں رکھنے کے لئے کہا جو کسی کو اپنی کرامت سے قتل کرے وہ صاحبِ کرامت قتل کیا جائے گا جیسے ساحر کو اپنے سحر سے قتل کرے۔ اجلّۂ اکابر محبوبانِ خدا کو نام بنام حتی کہ شیخ الاسلام ہروی کو لکھتا ہے کہ یہ حلولی تھے اور یہ کفر انھوں نے روافض آسمعیلیہ سے سیکھا الٰی غیر ذٰلك من هفواته الشنیعة (اس کے علاوہ اس کے بہت سے برے ہفوات ہیں ت) اور پھر تستر کے لئے یا خود اپنے حال سے ناواقفی کے باعث جابجا سنیت و اعتقادِ اولیاء کا اظہار بھی کرتا ہے جس نے محققین و شیخ الاسلام امام ہروی کی طرف کفر میں تقلید روافض نسبت کردی وہ اگر محققین و امام باقلانی کی طرف بدعت میں تقلید خوارج نسبت کردے کیا بعید ہے، ہاں عجب اُن مدعیانِ سنت سے کہ تمام اکابر ائمہ و علمائے اہلسنت کے ارشاداتِ عالیہ پر پانی پھیرنے کے لئے ایک ایسے مورخ کا دامن تھامیں، کیا آیہ کریمہ بئس للظّٰلمین بدلا[1] (ظالموں کو کیا ہی برا بدلہ ملا۔ ت) یہاں وارد نہ ہوگی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

غالبًا اس نسبت مخترعہ سے بھی اُسے صوفیہ کرام پر چوٹ کرنی منظور ہے وہ بھی شرط قرشیت کو اجماعی مانتے ہیں خود اسی شخص نے اسی مقدمہ تاریخ فصل فاطمی میں ان اکابر کرام سے نقل کیا:

قالوا لما کان امر الخلافة لقریش حکما شرعیا بالاجماع الذی لا یوهنه انکار من لم یزاول علمه[2] الخ۔

یعنی صوفیۂ کرام نے فرمایا خلافت خاص قریش کیلئے ہونا حکم شرعی ہے ایسے اجماع سے ثابت جو ناواقف ناشناس کے انکار سے سست نہیں ہوسکتا الخ۔

لہذا محققین و امام سنت کا خلاف بتایا کہ ان کی تکذیب ہو۔

(۲۰) نہیں نہیں بلکہ اس کا راز اور ہے خود اسی مبحث سے روشن کہ وہ آپ مبتدع اور خوارج کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[2] مقدمہ ابن خلدون فصل فی امر الفاطمی موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۳۲۴

متبع اور اجماعِ صحابہ کرام کا خارق، اور ضراریہ و معتزلہ کا موافق ہے، اس نے اولاً شرائطِ خلافت میں کہا:

اما النسب القرشی فلاجماع الصحابۃ علی ذلک[1] — قرشیت کی شرط اس لئے ہے کہ صحابہ کرام نے اس پر اجماع فرمایا۔

پھر اس اجماع کی منشا و مستند حدیثیں ذکر کیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: الائمۃ من قریش[2] خلفاء قریشی ہوں۔ اور فرمایا:

لایزال ھذا الامر فی ھذا الحی من قریش[3] — خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی۔

اور کہا اس پر دلائل بکثرت ہیں، پھر آہستہ آہستہ ردِ احادیث و اجماع کی طرف سرکا کہ:

لما ضعف امر قریش وتلاشت عصبیتھم فاشتبہ ذلک علی کثیر من المحققین حتی ذھبوا الی نفی اشتراط القرشیۃ[4] — جب قریش میں ضعف آیا اور اُن کی حمیت جاتی رہی تو بہت محققوں کو یہاں شبہہ لگا یہاں تک کہ نفیِ شرطِ قرشیت کی طرف گئے۔

یہاں دونوں پہلو دیکھیے، اشتباہ کہا جس سے مفہوم ہو کہ اُن کو غلطی پر جانتا ہے اور انھیں محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ اُن کے زعم کو تحقیق مانتا ہے پھر اُن کے دو شبہے ذکر کئے ایک اُسی حدیث دربارۂ غلام حبشی سے جس کے جواب کلام ائمہ سے گزرے اور اس پر زیادہ کلام ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے اس نے جواب خطائی اختیار کیا کہ یہ مبالغۃً بطور فرض ہے، دوسرا شبہہ اس روایت سے کہ امیر المومنین فاروق سے مروی ہوا:

لوکان سالم مولی ابی حذیفۃ حیا لولیتہ[5] — اگر ابو حذیفہ کے غلام آزاد شدہ سالم زندہ ہوتے تو میں ضرور اُن کو والی بناتا۔

یا فرمایا: لما دخلتنی فیہ الظنۃ[6] اُن پر مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوتی۔

اس کا کھلا ہُوا روشن جواب تھا کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے لولیتہ میں اُنھیں والی کرتا، نہ کہ استخلفتہ میں اُنھیں خلیفہ کرتا، والی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہے ایک شہر کا بھی ہوتا ہے جسے خلیفہ مقرر فرمائے تو اُسے یہاں سے کیا علاقہ، اس روشن جواب کو چھوڑ کر اول تو یہ جواب دیا کہ مذھب الصحابی لیس بحجۃ یعنی یہ اگر ہے تو عمر کا قول ہے اور عمر کا قول کچھ حجت نہیں۔ شانِ فاروقی میں یہ کلمہ جیسا ہے اہلِ ادب پر ظاہر ہے جن کی نسبت خاص حکم احکم حضور پُرنور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے:

---

[1] تا [6] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ہذا المنصب وشروطہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۳

اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ[1]

اُن دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یہاں تک تو یہی تھا آگے دوسرے جواب کے تیور دیکھئے، کہتا ہے:

وایضا مولی القوم منھم وعصبیۃ الولاء حاصلۃ لسالم فی قریش وھی الفائدۃ فی اشتراط النسب وصراحۃ النسب غیر محتاج الیہ اذ الفائدۃ فی النسب انما ھی العصبیۃ وھی حاصلۃ من الولاء[2]

یعنی دوسرا جواب یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام انھیں میں سے ہے اور اس رشتۂ ولا کے باعث قریش سالم کی حمیت کرتے اور یہی قومی حمیت شرط نسب کا فائدہ ہے صاف نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو اسی حمیت کی غرض سے ہے اور حمیت اپنے آزاد کئے ہُوئے غلام کی بھی کرتے ہیں۔

للہ انصاف! دکھانا تو یہ ہے کہ جو شرطِ قرشیت نہیں مانتے ان کے شبہہ کا جواب دے رہا ہے اور جواب وُہ دیا جس نے شرطِ قرشیت کو اکھاڑ پھینکا کہ نسب کی کوئی حاجت نہیں قومی حمیت سے کام ہے جس طرح بھی ہو پھر بھی قرشیت کا کچھ ڈورا لگا رکھا کہ قریشی نہ ہو تو اس کا آزاد کردہ غلام تو ہو اگرچہ یہاں اس میں بھی کلام ہے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آزاد نہ فرمایا نہ وُہ ان کے غلام تھے بلکہ اُن کی بی بی شبیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے غلام تھے انھیں نے آزاد کیا اور وُہ انصاریہ ہیں نہ کہ قرشیہ۔ ہاں براہِ موالات و دوستی مولٰی ابی حذیفہ کہلاتے ہیں، ابوحذیفہ نے ان کو متبنی کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کردی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ فتح الباری میں ہے:

کان مولی لامرأۃ من الانصار فتبناہ ابوحذیفۃ لما تزوجھا فنسب الیہ[3]

یعنی سالم ایک انصاریہ بی بی کے غلام آزاد شدہ تھے جب ابوحذیفہ نے اس بی بی سے نکاح کیا ان کو متبنٰی بنایا، جب سے ابوحذیفہ کی طرف منسوب ہونے لگے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

لہذا ارشاد الساری میں مولٰی ابی حذیفہ کی یُوں شرح کی:

(مولی) امرأۃ ابی حذیفۃ ابوحذیفہ کے مولٰی یعنی ان کی زوجہ کے مولٰی۔

---

[1] جامع ترمذی ابواب المناقب امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲۰۷

[2] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب و شروطہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۴

[3] فتح الباری شرح البخاری مناقب سالم مصطفی البابی مصر ۸/۱۰۲ و ۱۰۳

[4] ارشاد الساری شرح البخاری مناقب سالم مولٰی ابی حذیفہ دار الکتاب العربی بیروت ۶/۱۳۸

غرض یہاں تک بھی دونوں پلّے بچائے مگر نفی کا پلّہ غالب کر دیا کہ یہ حقیقت ہے اور یہاں قرشیت کا لگاؤ رہنا مجاز، اب اندیشہ کیا کہ لوگ خارجی معتزلی سمجھیں گے کہ صحابہ کا اجماع چھوڑ کر ان گمراہوں کی تقلید کی اس کے علاج کو یہ مخالفت امام سنت کے سر رکھ دی اور کہا:

ومن القائلین بنفی اشتراط القرشیة القاضی ابوبکر الباقلانی لما ادرک عصبیة قریش من التلاشی فاسقط شرط القرشیة وان کان موافقا لرأی الخوارج وبقی الجمہور علی القول باشتراطہا ولو کان عاجزا عن القیام بامور المسلمین وورد علیہم سقوط شرط الکفایة لانہ اذا ذہبت الشوکة بذہاب العصبیة فقد ذہبت الکفایة واذا وقع الاخلال بشرط الکفایة تطرق ذٰلک ایضا الی العلم والدین وسقط اعتبار شروط ہذا المنصب وہو خلاف الاجماع[1] (ملخصاً)

یعنی امام قاضی ابوبکر باقلانی نے قرشیت شرط نہ مانی کہ قریش کی حمیت فنا ہو گئی ولہٰذا اس کی شرط انھوں نے ساقط کر دی اگرچہ یہ خارجیوں کے مذہب کے موافق ہے اور جمہور اب بھی شرطِ قرشیت مانتے رہے اگرچہ خلیفہ مسلمانوں کا کام بنانے سے عاجز ہو اور ان پر یہ اعتراض ہے کہ لیاقت کار کی شرط جاتی رہی کہ جب حمیت جانے سے شوکت گئی کام کیا بنا سکے گا اور جب شرط کفایت چھوٹی یہی راہ شرط علم و شرط دین کی طرف چلے گی اور خلافت کی شرطیں ساقط الاعتبار ہو جائیں گی اور یہ خلافِ اجماع ہے (ملخصاً)

اس کلام کے پیچ دیکھئے کیا کیا کروٹیں بدلی ہیں، اوّل تو امام سنت پر وہ تہمت رکھی کہ قریش کی بے حمیتی دیکھ کر شرطِ قرشیت ساقط کر بیٹھے، یہ اپنا بچاؤ اور جانب نفی کی تائید تھی کہ ایک مجھی کو شرطِ قرشیت میں کلام نہیں، اہلسنت کے اتنے بڑے امام اسے استعفادے چکے ہیں، پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ اس میں وہ خارجیوں کے مذہب پر چلے یہ جانب اثبات کی رعایت سے کہی، پھر اسی پہلو کا لحاظ بڑھایا کہ جمہور اسی پر رہے، پھر پہلوئے نفی کو کروٹ لی کہ اُن پر بے اعتباریِ شرائط کا الزام قائم ہوتا ہے، یہ جھوٹا الزام صراحۃً خود اس پر حق تھا کہ قرشیت شرط تھی اور اس نے ساقط کی تو یوں ہی علم و دین و کفایت بھی ساقط ہو سکیں گی کہ یہ راہ ہر شرط کی طرف چلے گی اور جاہل بے دین عاجز چمار کو خلیفہ کر دینا جائز ہو جائے گا اور یہ خلافِ اجماع ہے، اس کی پیش بندی کی کہ جمہور اہلسنت کے سر پر افترا جڑ دیا کہ وہ صرف قرشیت چاہتے ہیں اگرچہ کام سے بالکل عاجز ہو حالانکہ کتبِ عقائد و فقہ و حدیث شاہد ہیں کہ قرشیت و قدرت دونوں شرط ہیں اور اُن کے ساتھ اسلام و حریت و ذکورت و بلوغ بھی نہ یہ کہ صرف قریشی ہونا

---

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب و شروطہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴ و ۱۹۵

بس ہے، یہ پہیلیاں کھیل کر اخیر میں دل کی صاف کھول دی:

اذا بحثنا عن حکمۃ اشتراط القرشی و مقصد الشارع منہ لم یقتصر علی التبرک بوصلۃ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کما ھو مشہور والمصلحۃ لم نجدھا الا اعتبار العصبیۃ و ذٰلک ان قریشا کان لھم العزۃ بالکثرۃ و العصبیۃ والشرف فاشترط نسبھم لیکون ابلغ فی انتظام الملۃ کما وقع فی ایام الفتوحات واستمر بعدھا فی الدولتین الی ان تلاشت عصبیۃ العرب فاذا ثبت ان اشتراط القرشیۃ انما ھو للعصبیۃ والغلب والشارع لایخص الاحکام بجیل فطردنا العلۃ وھی العصبیۃ فاشترطنا فی القائم بامور المسلمین ان یکون من قوم اولی عصبیۃ قویۃ غالبۃ ثم ان الوجود شاھد بذٰلک فانہ لایقوم بامرامۃ او جیل الا من غلب علیھم وقل ان یکون الامر الشرعی مخالفا للامر الوجودی[1] (ملخصًا)۔

یعنی ہم جو نظر کریں کہ شرط قرشیت کی حکمت اور اُس سے شارع کا مقصود کیا ہے تو وہ علاقۂ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تبرک پر موقوف نہیں جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہو رہا ہے کہ قربِ نبوی کے سبب قریش کو یہ فضل ملا ہے اس میں آن اور قومی حمیت کے اعتبار کے سوا کوئی مصلحت نہیں، یہ اس لئے کہ قریش اپنی کثرت اور آن اور شرافت کے سبب غالب تھے لہٰذا اُن کا نسب شرط کیا گیا کہ دین کا انتظام خوب ہو جیسا کہ زمانۂ فتوحات میں ہوا اور اُس کے بعد بنی امیہ و بنی عباس کی دولتوں میں رہا یہاں تک کہ عرب نرے بے حمیت ہوگئے اور جبکہ ثابت ہولیا کہ قرشیت کی شرط فقط اُن کی حمیت و غلبہ کے سبب تھی اور شریعت احکام کو کسی قبیلہ کے ساتھ خاص نہیں کرتی تو ہم نے علتِ حمیت کو عام کردیا کہ خلیفہ میں ضرور ہے کہ کسی قوی غالب حمیت والی قوم میں کا ہو پھر واقعات بھی اسی پر گواہ ہیں کہ قبیلے یا گروہ کا سردار وہی ہوتا ہے جو ان پر غالب ہو اور کم ہوگا کہ شریعت نیچر کے خلاف حکم دے (ملخصًا)

ظاہر کردیا کہ قرشیت شرط نہیں عصبیت شرط ہے، قرشیت اس لئے شرط تھی کہ ان میں قومی حمیت جاہلیت تھی جب قریش بلکہ تمام اہل عرب بے حمیت ہوگئے تو اب اُن کی خلافت کیسی بلکہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس، بالجملہ نہ فقط شرط قرشیت کی نفی کی بلکہ نفی عربیت شرط کردی کہ اصل شرط خلافت قومی حمیت ٹھہرائی اور صاف کہہ دیا کہ نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب بے حمیت ہوگئے تو خلافت کے لئے شرط ہوا کہ خلیفہ نہ قرشی ہو نہ عربی بلکہ یہ شرط ہے کہ کسی خونخوار قوم کا ہو، تو یہ تو فزار معتزلی سے بھی بہت اُونچا اُڑا اُس نے تو یہی کہا تھا

---

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب و شروطہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/۱۹۵ و ۱۹۶

کہ غیر قریشی اولیٰ ہے اس نے یہ جمائی کہ قرشی بلکہ کسی عربی کی خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لئے ہوگی جب تک دُنیا میں دو آدمی بھی رہیں یہ ہے اس کا حدیث پر ایمان اور یہ ہے اس کا اجماع صحابہ کرام پر ایقان۔ اور سرے سے یہ اشد سا اشد ظلم قابل تماشا کہ وہ عصبیت جس سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بشدت منع فرمایا جسے نہ قریش بلکہ تمام عرب کے دل سے دھو دیا اُسی کو اصل مقصود شارع اور خاص شرط خلافت ٹھہراتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قاتل تحت رایۃ عمیۃ یغضب لعصبۃ او یدعو الی عصبۃ او ینصر عصبیۃ فقتل فقتلۃ جاھلیۃ[1]، وفی اخری فلیس من امتی[2]۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے کہ عصبیت (یعنی قومی حمیت شیوۂ جاہلیت) کے لئے غضب کرے یا عصبیت کی طرف بلائے یا عصبیت کی مدد کرے اور مارا جائے تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی جاہلیت و زمانۂ کفر و غفلت میں قتل کیا جائے وہ میری امت سے نہیں (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

نیز فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

لیس منا من دعا الی عصبیۃ ولیس منا من قاتل عصبیۃ ولیس منا من مات علی عصبیۃ[3]۔ رواہ ابوداؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہمارے گروہ سے نہیں جو عصبیت (قومی حمیت) کی طرف بلائے ہم سے نہیں، جو عصبیت پر لڑے ہم سے نہیں جو عصبیت پر مرے ہم سے نہیں (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

تو شارع صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مبغوض کو شارع کا مقصود بنانا کیسا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترائے بیباک و اجترائے ناپاک ہے والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ عجب ایک مدعی سنیت ہے کہ صحابہ و ائمہ و خود ارشاد حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سب کو پیٹھ دے کر ایک گمراہ مخالف حدیث و خارق اجماع و محدث فی الدین کا دامن تھامے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۱) تحریر فرنگی محلی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ صراحۃً اجماع صحابہ لکھ کر پھر امام باقلانی کو اس کا مخالف اور خارجی مذہب کا موافق لکھتا ہے اُس نے کہا تو کہا ایک مدعی سنیت کو تو امام سنت پر ایسے شنیع الزام رکھتے شرم چاہئے تھی۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۲۸

[2] " " " " " " " ۲/۱۲۸

[3] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی العصبیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۲

(۲۲) عبارت نمبر ۳۶ آپ نے سُنی معلوم ہے یہ امام ابوبکر ابن الطیب کون ہیں وہی امام اجل امام سنت قاضی ابوبکر باقلانی ہیں، شرح الشفاء لعلی قاری میں ہے:

(وھو مذھب القاضی ابی بکر) ای ابن الطیب الباقلانی[1]

اور یہی قاضی ابوبکر یعنی ابن الطیب الباقلانی کا مذہب ہے (ت)

نسیم الریاض میں ہے:

(وھو مذھب القاضی ابی بکر) الباقلانی[2]

اور قاضی ابوبکر الباقلانی کا یہی مذہب ہے (ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

القاضی ابوبکر محمد بن الطیب المعروف بالباقلانی المتکلم المشہور توفی سنۃ ثلث واربعمائۃ ببغداد[3]

القاضی ابوبکر محمد بن الطیب المعروف بہ باقلانی متکلم مشہور ہیں ۴۰۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے (ت)

دیکھا کہ ان امام نے کیا ارشاد فرمایا، پھر سُن لو، اور کان کھول کر سُنو، امام ابن المنیر مالکی پھر فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہی کلام علامہ سید مرتضیٰ زبیدی حنفی نے اتحاف السادۃ المتقین جلد دوم صـ۲۳۲ میں یوں نقل فرمایا:

قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری قال ابن المنیر قال القاضی ابوبکر الباقلانی لم یعرج المسلمون علی ھذا القول بعد ثبوت الحدیث الائمۃ من قریش وعمل المسلمون بہ قرنا

یعنی امام ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ امام ابن المنیر نے فرمایا کہ امام قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا کہ معتزلی کے اس قول کی طرف مسلمانوں نے التفات نہ کیا بعد اس کے کہ حدیث کا ارشاد ثابت ہو لیا کہ خلفاء قریش ہی سے ہوں

عـہ یہاں تک کلام قاطع رگ اوہام تھا اب آگے وہ آتا ہے جسے دیکھ کر کذابوں مفتریوں کی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں۔ عبید الرضا حشمت علی قادری غفرلہ۔

---

[1] شرح الشفاء لعلی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل واما ما یتعلق بالجوارح دار الفکر بیروت ۴/ ۱۳۷

[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

[3] وفیات الاعیان ترجمہ ۶۰۸ محمد بن الطیب الباقلانی دار الثقافت بیروت ۴/ ۲۶۹، ۲۷۰

بعد قرن وانعقد الاجماع علی اعتبار ذلک قبل ان یقع الاختلاف[1] اور اسی پر مسلمانوں کا ہر طبقہ میں عمل رہا اور ان اختلاف کرنے والوں کے وجود سے پہلے اس پر اجماع ہولیا۔

الحمدللہ یہ ارشاد ہے امام ابوبکر باقلانی کا جس نے اُس مورّخ کا سفید جھوٹ اور سیاہ افترا ثابت کیا اور صحابہ وائمہ اہلسنت کو چھوڑ کر اس کا دامن تھامنے والوں کا مُنہ کالا کیا، وللہ الحمد۔

(۲۳) الحمدللہ یہاں سے فرنگی محلی تحریر کی امام قاضی عیاض پر وہ طعنہ زنی بھی باطل ہوگئی کہ ذکر اجماع کی ابتدا ان سے ہوئی امام قاضی عیاض چھٹی صدی میں تھے اور امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی چوتھی صدی میں، وہ اجماع نقل فرمارہے ہیں وللہ الحمد۔

(۲۴) اس کے بعد تحریر فرنگی محلی میں ہے، حنفیہ کی کتب میں ایسی فضول بات نہیں جیسی شافعیہ کی کتب میں ہے کہ الائمۃ سے ہر قسم کا امام مراد ہے کہ امام شافعی کے امام فی المذہب ہونے کی تاکید ہو کیونکہ وہ قریشی تھے۔ یہ شافعیہ نے کہیں نہ کہا کہ ہر قسم کا امام مراد ہے، نہ کوئی ادنی طالب علم کہہ سکتا ہے کہ نماز کی امامت بھی قرشی سے خاص علما کو دوسرا امام نہیں ہوسکتا وہ اس سے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے ایک فضیلت ثابت کرتے ہیں کہ دوسرا عالم غیر قریشی جب دین وعلم میں امام شافعی کے برابر ہو تو اس پر بوجہ قرشیت ان کو ترجیح ہے دیکھو فتح الباری کہ:

الاستدلال علی تقدیم الشافعی علی من ساواہ فی العلم والدین من غیر قریش لان الشافعی قرشی[2] امام شافعی کے برابر علم اور دین والے غیر قرشی پر امام شافعی کے مقدم ہونے پر یہ استدلال ہے کیونکہ امام شافعی قرشی تھے (ت)

(۲۵) بالفرض ایسا ہوتا تو اُس فضول بات کا یہاں ذکر اُس سے بدتر فضول، جس سے مطلب ہو تو صرف اتنا کہ جاہل عوام سمجھیں کہ اصل مسئلہ خلافتِ قریش ہی بعض شافعیہ کی فضولی ہے کتبِ حنفیہ اُس سے پاک ہیں۔

(۲۶) پھر کہا پھر بھی محققین شافعیہ اس کو شرط اختیاری کہنے پر مجبور ہوئے، یہ پھر بھی اسی قصدِ تلبیس کی تائید ہے کہ نفس خلافت قریش کو شافعیہ کی فضولی کہا کہ اسی کو اختیاری کہا ہے پھر اس میں شافعیہ کی تخصیص ایک تلبیس اور ان میں بھی محققین کی قید دوسرا کید اور لفظ اختیاری سے جہال کو دھوکا دینا کید عظیم ہے، اختیاری کے معنے سمجھے جائینگے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین الاصل التاسع ان شرائط الامامۃ الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۳۲

[2] فتح الباری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۷

کہ اپنی خوشی پر ہے چاہے خلیفہ میں قرشیت کا اعتبار کریں یا نہیں، یہ شافعیہ خواہ اُن کے محققین جس پر کھو صریح افترا کا ذب ہے اور خود عقل و فہم سے بیگانہ و مجانب، شرط وہ جس کے فوت سے مشروط فوت ہو اور اختیاری وہ جس پر کچھ توقف نہ ہو، اصل بات جس کی صورت بگاڑ کر یوں دھوکا دینا چاہا یہ ہے کہ ملک پر تسلط دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ اہلِ حل و عقد کسی جامع شرائط کو امام پسند کر کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کریں جیسے صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، تسلط بلا منازعت ہو جانا اُس کی شرط نہیں، نہ منازع سے قتال و جدال اس کے منافی، جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔

دوم یہ کہ جس کی امامت اس طرح ہو چکی ہو وہ دوسرے کے لئے وصیت کرے جیسے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے۔ خلافتِ شرعیہ انھیں دو وجہ پر ہوتی ہے اور ہر ایک پسند و اختیار سے ہے پہلی میں اختیار و انتخاب اہلِ حل و عقد ہے اور دوسری میں اختیار و ارتضائے خلیفۂ سابق۔ ان دونوں میں قرشیت وغیرہا شرائط یقیناً ہیں، نہ اہلِ حل و عقد کو جائز کہ کسی غیر قرشی کو خلیفہ کریں نہ خلیفہ کو حلال کہ غیر قرشی کو ولیعہد کرے، تو خلافتِ شرعیہ اختیاری ہے کہ اختیار و پسند سے ناشی ہوتی ہے اور اُس میں قرشیت وغیرہا شرائط ضروریہ لازم و ضروری ہیں نہ کہ اختیاری اگر ترک کی جائیں گی خلافت شرعیہ نہ ہوگی بلکہ قسم دوم تغلب کے حکم میں رہے گی، وہ تسلط کی دوسری صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی شوکت و سطوت سے ملک دبا بیٹھے بادشاہ بن جائے اگرچہ لوگ اس کے قہر و غلبہ کے سبب اُس کے ہاتھ پر بیعت بھی کریں، یہ صورت بے اختیاری و مجبوری ہے اس میں مسلمان شرائط کا لحاظ کیا کر سکتے ہیں کہ نہ اُن کے اختیار سے ہے نہ اُسے معزول کرنا اُن کے قابو میں، یہاں اقامتِ جمعہ و اعیاد و تزویجِ صغار و ولایتِ مال و تولیتِ قضا وغیر ذٰلک امورِ مفوضۂ خلیفہ میں اس کے ہاتھ کے سب کام نافذ ہوں گے، امر جائز شرعی میں اس کی اطاعت کرنی ہوگی اگرچہ قرشی نہ ہو بلکہ آزاد بھی نہ ہو حبشی غلام ہو کہ اثارتِ فتنہ جائز نہیں، یہ نہ صرف شافعیہ بلکہ سب اہلِ مذاہب مانتے ہیں اور اسے انتفائے شرط قرشیت سے علاقہ نہیں جبراً وجوبِ اطاعت اور، اور اُس کا خلیفۂ شرعی ہو جانا اور، اطاعت ہوگی اور خلافت ہرگز نہ ہوگی، بلکہ متغلب ہوگا، ان کے بعض عوام پارٹی کے خود ساختہ امام نے یہی دھوکا دیا ہے عبارتیں وہ نقل کرتا ہے جن میں متغلب کی اطاعت کا ذکر ہے اور ان میں اپنی طرف سے پخّر لگا لیتا ہے کہ اُسی کو خلیفہ ماننا چاہئے، یہ محض باطل ہے، اور اسی میں بحث ہے نہ کہ اطاعت میں، خود انھیں محققینِ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ متغلب ہوگا نہ کہ خلیفہ۔ فتح الباری سے گزرا کہ قریش کے سوا جو کوئی ہوگا متغلب ہوگا۔ اُسی میں ہے:

هذا كله انما هو فيما يكون بطريق الاختيار واما لو تغلب عبد بطريق الشوكة

یعنی یہ سب اس حالت میں ہے کہ کسی کو بطور اختیار امامت دی جائے اور کوئی غلام اپنی شوکت سے

فان طاعتہ تجب اخماد الفتنۃ مالم یأمر بمعصیۃ[1]

زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بجھانے کے لئے اطاعت اس کی بھی واجب ہوگی جب تک گناہ کا حکم نہ دے۔

دیکھو امامت کو اختیاری کہا کہ اختیار و پسند سے ہو نہ کہ شرط قرشیت کو اختیاری کر چاہے رکھو یا نہ رکھو غیر قرشی کو متغلب ہی کہا۔ شرح مقاصد میں ہے:

و بالجملۃ مبنی ماذکر فی باب الامامۃ علی الاختیار والاقتدار واما عند العجز والاضطرار واستیلاء الظلمۃ والاشرار فقد صارت الریاسۃ الدنیویۃ تغلبیۃ وبنیت علیہا الاحکام الدینیۃ المنوطۃ بالامام ضرورۃ ولم یعبأ بعدم العلم والعدالۃ وسائر الشرائط والضرورات تبیح المحظورات والی اللہ المشتکی فی النائبات[2]۔

یعنی وہ جو باب امامت میں مذکور ہوا اس کی بناء اختیار و قدرت پر ہے اور جب حالت مجبوری و ناچاری ہو ظالم شریر لوگ تسلط پائیں تو اس وقت یہ دنیوی ریاست تغلب پر رہ جائے گی اور وہ دینی احکام کہ خلیفہ سے متعلق ہیں مجبوری اس بنی ریاست پر بنا کئے جائیں گے اور علم و عدالت وغیرہ شرائط نہ ہونے کا لحاظ نہ ہوگا، مجبوریاں ناجائز کو روا کرلیتی ہیں اور ان مصیبتوں میں اللہ ہی سے فریاد ہے۔

آنکھ کھول کر دیکھو کہ وہ محققین کیا فرما رہے ہیں اور یہ کو نکرا سے تغلب اور دنیوی ریاست بتا رہے ہیں مگر دھوکا دینے والے فریب سے باز نہیں آتے۔

تنبیہ: یہاں کام جاہلوں سے پڑا ہے جنھیں علم کا ادعا ہے۔ کوئی جاہل اس عبارتِ شامی سے دھوکا نہ دے:

یصیر اماما بالمبایعۃ وباستخلاف امام قبلہ وبالتغلب والقھر[3]

بیعت اور پہلے امام کے خلیفہ بنا دینے اور غلبہ اور جبر سے امام بن جاتا ہے (ت)

آگے مسایرہ سے ہے:

لوتعذر وجود العلم والعدالۃ فیمن تصدی للامامۃ وکان فی صرفہ

امامت پر تسلط جمانے والے میں اگر علم اور عدالت کا وجود متعذر ہوجائے اور اس کو امامت سے ہٹانا ناقابلِ برداشت

---

[1] فتح الباری باب السمع والطاعۃ للامام الخ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۲۰

[2] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۱-۲۷۲

[3] رد المحتار باب البغاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۰

عنها اثارة فتنة لانطاق حکمنا بانعقاد امامته کی لاتکون کمن یبنی قصرا ویھدم مصرا[1]۔ فتنہ کھڑا کرنا قرار پائے تو ہم اس کی امامت کے انعقاد کا حکم دیں گے تاکہ وہ صورت نہ بنے جو شخص ایک مکان بنائے اور پورے شہر مسمار کرے (ت)

کہ دیکھو جو زبردستی بادشاہ بن جائے اور اس کے جدا کرنے میں ناقابلِ برداشت فتنہ ہوا، اسے امام مانا، اس کی امامت کو منعقد جانا، اور یہی خلافت شرعیہ ہے، حاشا یہ محض دھوکا ہے صاف تصریح ہے کہ یہ تغلب ہے جو خلافت شرعیہ کی صریح ضد ہے نیز بلا فصل اس عبارت کے بعد ہے:

واذا تغلب اٰخر علی المتغلب وقعد مکانہ انعزل الاول وصار الثانی اماما[2]۔ اس متغلب پر دوسرا تغلب کرکے اس کی جگہ بیٹھ جائے تو پہلا معزول اور اب یہ دوسرا متغلب امام بن جائے گا۔

یہیں اس کے ایک سطر بعد ہے:

لکن الثالث فی الامام المتغلب[3]۔ لیکن تیسرا غلبہ پانے والے امام میں۔ (ت)

نیز باآنکہ خود سلطنت ترک میں تھے صاف لکھ دیا کہ:

قد یکون بالتغلب وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن[4]۔ کبھی تغلب سے امام ہوجاتا ہے جیسے موجودہ دور کے سلاطین حضرات، اللہ تعالٰی ان کی مدد فرمائے (ت)

دیکھو باآنکہ سلاطین ترک کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی عدم بعض شرائط مثل قرشیت وغیرہا کے باعث تصریح فرمادی کہ باوصف بیعت ہیں متغلب، رحمٰن عزوجل انھیں نصرت دے۔ میں کہتا ہوں آمین اللھم آمین۔ بلکہ یہاں لفظ امامت کا اطلاق عرف فقہا میں وسیع تر ہے (دیکھو بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ بیان موادعت وصلح) لاجرم یہاں امامت محض بمعنی سلطنت ہے خواہ صحیحہ جائزہ عادلہ ہو یا ظالمہ غاصبہ باطلہ نہ کہ بمعنے خلافت شرعیہ، اگرچہ اپنے محل میں وہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث الائمۃ من قریش میں، اس کی نظیر لفظ امیر ہے کہ ہرگز خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں، والیِ شہر و سردار حجاج کو

---

[1] ردالمحتار باب البغاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰
[2] " " " " " "
[3] " " " " " "
[4] " " " " " "

بھی کہتے ہیں مگر الائمۃ من قریش میں قطعاً خلفاء ہی مراد۔

تنبیہ: امامت متغلب صحت خلافت بالائے طاق حکم اتباع بھی نہیں لاتی جہاں تک اثارت فتنہ یا ضرر و تاذی نہ ہو جس کا بیان مقدمہ میں گزرا، حیف ان پر جو مسلمان کہلا کر امر دینی میں مشرک کے پس رو بنتے اور اُسے اپنا رہنما بتاتے ہیں،

وقد امروا ان یکفروا بہ و یرید الشیطٰن ان یضلھم ضللاً بعیدا[1]۔ اور حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دُور بہکا دے۔ (ت)

کیا خوف نہیں کرتے کہ روز قیامت انھیں کے گروہ میں محشور ہوں جن کو قرآن عظیم نے فرمایا:

وقاتلوا ائمۃ الکفر[2] (کفر کے اماموں سے لڑو) اور فرمایا: وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار[3] (ہم نے انھیں ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں) وقال اللہ تعالٰی یوم ندعوا کل اناس بامامھم[4] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے) یعنی جس کو انھوں نے امر دین میں رہنما بنایا اور اس کے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے فمن اوتی کتٰبہ بیمینہ[5] (جن کا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا گیا) اور من کان فی ھذہ اعمٰی[6] (یہاں راہ حق سے اندھے تھے) نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۲۷) پھر تحریر فرنگی محلی میں ہے: "اور حنفیہ کی کتب سے تو استحبابی ہونا ارباب عقل پر پوشیدہ نہیں۔" یہ حنفیہ اور ان کی کتب پر سخت افترائے فظیع ہے۔ اس قدر عبارات کہ یہاں گزریں انھیں میں عقائد امام مفتی الجن والانس نجم الملۃ والدین عمر نسفی، اتحاف علامہ سید مرتضٰی زبیدی، مسایرہ محقق علی الاطلاق کمال الملۃ و الدین، تعالیق علامہ قاسم بن قطلوبغا، شرح مواقف علامہ سید شریف، منح الروض علی قاری، طریقہ محمدیہ امام برکوی، حدیقہ ندیہ سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ قاری، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری امام عینی، شرح مشکوٰۃ سید جرجانی، اشعۃ اللمعات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، فتاوٰی سراجیہ علامہ سراج الدین، الاشباہ والنظائر محقق زین بن نجیم، فتح اللہ المعین سید ازہری، غمز العیون علامہ سید حموی، درمختار مدقق علائی حصکفی، حاشیہ علامہ سید احمد طحطاوی، ردالمحتار علامہ سید ابن عابدین شامی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۰
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲
[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۴۱
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۱
[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۱
[6] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۲

تمہید امام ابوالشکور سالمی، مجمع البحار علامہ طاہر فتنی، شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہم حنفیہ کرام کی تیس[۳۰] عبارتوں سے زائد مذکور ہوئیں اور خود حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خاص نص شریف گزرا، کیا اب بھی تحریر فرنگی محلی کے کذب و اغوائے عوام پر کچھ پردہ رہا۔

(۲۸) پھر کہا لفظ ینبغی عقائد نسفی کی دونوں احتمال رکھتی ہے، عقائد شریفہ کی عبارت یہ ہے:

ان یکون الامام ظاھرا لامختفیا ولا منتظرا ویکون من قریش ولا یجوز من غیرھم[1]

امام کا ظاہر غیر مخفی اور غیر منتظر ہونا ضروری ہے اور قریش میں سے ہونا بھی ضروری ہے خلیفہ غیر قرشی سے جائز نہیں (ت)

قطع نظر اس سے کہ اگر لفظ ینبغی اصلاً محتمل وجوب نہ ہوتا معنٰی استحباب میں مفسّر ہوتا جب بھی یہاں حرج نہ تھا، سائر ائمہ کی تصریحات قاہرہ اہلسنت کا عقیدۂ اجماعیہ ظاہرہ قرینہ قاطعہ ہوتا کہ یکون یکون پر معطوف نہیں بلکہ ینبغی پر یہاں تو نفس عبارت میں امام صاف فرما رہے ہیں: لایجوز من غیرھم غیر قریش سے خلیفہ ہونا جائز ہی نہیں، پھر دونوں احتمال بتانا کس درجہ آفتاب کو جھٹلانا ہے افسوس کہ اتنے فاصلے سے لفظ ینبغی دکھائی دیا اور بلا فصل ملا ہوا لایجوز من غیرھم نظر نہ آیا۔

(۲۹) ایسا ہی ظلم ایک اور تحریر فرنگی محلی نے عبارت شرح مواقف پڑھایا کہ اس میں لکھ دیا ہے:

للامۃ ان ینصبوا فاقدھا[2] امت کو اختیار ہے کہ جس میں یہ شرطیں نہ ہوں اسے خلیفہ کر دے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انھوں نے ابتداءً تین مختلف فیہ شرطیں بیان کیں، اصول و فروع میں مجتہد ہونا، امور جنگ میں ذی رائے ہونا، شجاع ہونا، ان کی نسبت فرمایا کہ جن میں یہ شرطیں نہ ہوں اُمت انھیں بھی خلیفہ کر سکتی ہے اس کے بعد شرط قرشیت لکھی اور اُسے فرمایا یہ شرط یقینی قطعی ہے اور یہ اہلسنت کا مذہب ہے اس میں مخالف خارجی معتزلی ہیں۔ اُن اختلافی شرائط پر جو اُوپر کہا تھا اُسے یہاں لگا لینا کس درجہ صریح تحریف کلام و اغوائے عوام ہے اس کی نظیر یہی ہے کہ عالم فرمائے نماز کی شرطیں نجاست حقیقیہ سے جسم و ثوب و مکان کی طہارت ہے، یہ شرطیں بعض اوقات ساقط بھی ہو جاتی ہیں اور اُس کی شرط قطعی یقینی نجاست حکمیہ سے طہارت ہے کہ وضو و غسل یا تیمم سے حاصل ہوتی ہے اس پر کوئی فرنگی محلی صاحب فتوٰی دیں کہ بعض اوقات بے وضو اور بحال جنابت بھی

---

[1] عقائد نسفی مع شرح عقائد نسفی دار الاشاعت قندھار، افغانستان ص ۱۱۱

[2] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ المقصد الثانی فی شروط الامامۃ منشورات الشریف رضی ۸/ ۳۵۰

نماز صحیح ہوجاتی ہے کہ عالم نے فرمایا ہے کہ یہ شرطیں بعض وقت ساقط بھی ہوجاتی ہیں، عالم نے کن شرطوں کو فرمایا تھا اور انھوں نے کس میں لگالیا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھا دین وسنّت ومذہب وملّت پر کیا کیا ظلم جوتے جاتے ہیں اور پھر پیروانِ شریعت کو آنکھیں دکھاتے ہیں، مگر ہے یہ کہ مجبور ہیں باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے ورنہ وما یبدئ الباطل وما یعید[1] (اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر کر آئے۔ ت) محققینِ اہلسنّت پر افترا، امامِ سنّت علیہ الرحمۃ پر افترا، شافعیہ پر افترا، حنفیہ پر افترا، واضحات سے عناد، تحریف سے استمداد، ائمہ کی تکذیب، اہلسنّت کی تخریب، اجماعِ صحابہ سے برکنار، اجماعِ اُمت سے برسرپیکار، اور پھر یہ سب کس لئے محض بلاوجہ محض بیکار، جس کا بیان اوپر گزرا اور ابھی خود مخالف کے اقرار سے سنئے گا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۳۰) یہ سب کچھ کہہ کر خاتمہ اس پر کیا کہ "باوجود بحث طلب ہونے کے میں نے کبھی اشتراطِ قرشیت سے انکار نہیں کیا" سبحان اللہ دروغ گوئی بر روئے من، اس پر اجماع ثابت نہیں، حدیث سے دلیل نہیں، محققینِ اہلسنّت کو نامقبول، امامِ سنّت کو یکسر اس سے عدول، محققین شافعیہ کے نزدیک اختیاری، کتب حنفیہ سے محض استحبابی۔ اور کیا انکارِ شرطیت کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

(۳۱) الحمدللہ کہ آپ کو شرطِ قرشیت سے انکار نہیں تو ضرور آپ کے نزدیک غیر قرشی خلیفہ نہیں ہوسکتا اور بداہۃً معلوم کہ ہمارے ترک بھائی قرشی نہیں تو آپ کے نزدیک سلطان ترکی ایدہ اللہ تعالٰی خلیفۃ المسلمین نہیں خلافت کمیٹی تو فنا کی گود میں لیٹی، مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تو شرطِ خلافت پر نہ اجماع نہ نص نہ مذہب حنفیہ نہ مقبول اہلسنّت، پھر زبردستی اُسے مان کر خلافت ترک فنا کرکے آپ ترک کے خیر خواہ ہوئے یا پکے بدخواہ۔ ان قومی لیڈروں کے حواس کدھر گئے ہیں کہ اتنے بڑے منکرِ خلافت کو حامیِ خلافت سمجھ رہے ہیں، اے جناب! آپ کے بڑے لیڈر مسٹر آزاد تو دہلی میں ۱۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو خلافت ڈپوٹیشن کے جلسہ خیر مقدم میں صاف[1] کہہ چکے ہیں کہ "اگرچہ نماز کا پابند ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہے، یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہوکر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا" دوسرے بدایونی خطبہ[2] صدارت خلافت کانفرنس

ع[1] اخبارِ مدینہ ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء نمبر ۷ جلد ۹۔ عبید الرضا حشمت علی۔
ع[2] یعنی مسٹر عبد الماجد کا خطبہ ۱۲ حشمت علی رضوی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/ ۴۹

منعقدہ ستمبر ۲۰ء میں ہے کہ "اگر کوئی مسلمان مسئلہ خلافت کی امداد سے گریز اور اس میں دلچسپی لینے سے احتراز کرے تو مجھے اُسے کافر کہنے میں کسی قسم کا پس وپیش نہ ہوگا۔"[علے] اب دیکھئے یہ آزاد والی تکفیر، یہ بدایونی جنگی تقریر آپ کو بھی اسلام سے آزاد و کفر کا پابند بناتی ہے یا آپ آزاد لائے مستثنیات عامہ میں ہیں، وہ قانون صرف کالے لوگوں کے لئے ہے۔

(۳۲) پھر کہا "بلکہ ہم نے تو کسی موقع پر بھی خصوصیت جزئیت رسول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔" وجوباً یا اولویۃً، اول مذہب روافض سے بھی بڑھ کر ہے وہ بھی صرف ہاشمیت شرط کرتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خلافت سے انکار کریں، آپ نے جزئیت شرط کرکے مولا علی کی خلافت رُد کر دی اور بر تقدیر دوم اسے مبحث سے کیا علاقہ ہوا کیا قرشیت بھی صرف مرتبۂ اولویت میں ہے تو یہ کعبی معتزلی کا مذہب ہوا اور اس کا رَد جو ابھی آپ نے کہا تھا کہ میں نے کبھی اشتراط قرشیت سے انکار نہ کیا، یا قرشیت واجب ہے تو اپنی پارٹی سے اپنا حکم پوچھئے، وُہ دیکھئے مسٹر آزاد بدایونی کفر کا فتوٰی لگا چکے، بہرحال اس بلکہ نے کیا فائدہ دیا۔

(۳۳) پھر کہا "یہاں خلافۃ فی القریش میں بحث نہیں یہاں خلیفۂ مسلم پر بغاوت کا مسئلہ ہے" بے قرشیت خلیفہ کہا اور خلافۃ فی القریش کی بحث نہ آئی کچھ بھی سمجھ کر فرمائی۔

(۳۴) بغاوت خلافت اگر خانگی اصطلاحیں ہیں تو ان سے کام نہیں اور اگر معانی شرعیہ مراد ہیں تو کیا آپ اس ارشاد ائمہ کا مطلب بتا سکیں گے جو اُنھوں نے صدہا سال سے سلاطین کی نسبت لکھا، وہ جو فصول عمادی و درمنتقی شرح ملتقی و تہذیب قلانسی و جامع الفصولین و طحطاوی علی الدرالمختار وغیرہا میں ہے:

هذا كان فی زمانهم واما فی زماننا فالحكم للغلبة لان الكل يطلبون الدنيا فلا يدری العادل من الباغی[لے]

یعنی یہ امتیاز کہ فلاں عادل ہے اور دوسرا باغی زمانۂ سابق میں تھا ہمارے وقت میں غلبہ کا حکم ہے اس لئے کہ سب دنیا طلب ہیں تو عادل و باغی کا امتیاز نہیں۔

(۳۵) آغاز میں کہا "اہل سنت مسلم متغلب یعنی فاقد الشروط کی اطاعت کو فرض اور امامت کو درست مانتے ہیں"۔ امامت سے اگر خلافت مراد ہو جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعاً مردود جس کا روشن بیان گزرا اور اگر سلطنت مقصود ہو تو حق ہے مگر گزارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یُوں تھا اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب، تو کیا ضرورت تھی کہ خواہی نخواہی مسئلہ خلافت چھیڑا جائے اجماعِ صحابہ و اُمت

علے دیکھو اخبار ہمدم ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء

لے الدرالمنتقی بحوالہ فصول العمادی علی ہامش مجمع الانہر باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۹

اُکھیڑا جائے مذہب اہلسنت وجماعت اُدھیڑا جائے، سلطانِ اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی اعانت بقدر قدرت کیا واجب نہ تھی، ظاہراً اس شقِ مسلمین و ردِ اجماعِ صحابہ و ائمۂ دین و مخالفتِ مذہب اہلسنت وجماعت وموافقتِ خوارج وغیرہم اہلِ ضلالت میں تین فائدے سوچے:

اوّلاً در پردہ حمایت ترکوں سے مخالفت جس پر باعث وہابیہ و دیوبندیہ سے یارانہ موافقت، وہابی و دیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں لہذا دل میں ان کے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن، اس لئے اُن کی حمایت اُس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔

ثانیاً اپنے محسود دین اہلسنت سے بخار نکالنا معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے نہ خود نہ وہ، خالی چیخ پکار کا نام حمایت رکھا ہے، اہل محفل و دین اول تو غوغاے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انھیں مذہب اہلسنت ہر شَے سے زیادہ عزیز ہے مذہب ہی اُن کے نزدیک چیز ہے لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں، اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انھیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں یہ تو معاذ اللہ نصاری سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کے پیچھے چلیں۔

ثالثاً ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے اصل مقصود لغلامی ہنود سوراج کی چکّی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کردی ہے بھاری بھرکم خلافت کا نام لو عوام بپھریں چندہ خوب ملے اور گنگا وجمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے ؎

اے لیس رو مشرکان بزمزم نرسی
کیں رہ کہ تو میروی بہ گنگ وجمن ست
(اے مشرکوں کے پیروکار! تو زمزم تک نہیں پہنچ سکتا
جس راہ پر تُو چل رہا ہے یہ گنگا وجمنا کو جاتا ہے۔ت)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنّت تھے اور ہیں مخالفت انھیں کیونکر گوارا ہوتی، اُنھوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعوٰی نہ فرمایا اپنے آپ کو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا اس لحاظ مذہب کی برکت نے انھیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المؤمنین وخلیفۃ المسلمین سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین، کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہلسنّت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا

نعوذ باللہ مما لا یرضاہ والصلوٰۃ والسلام علی مصطفاہ و اٰلہ وصحبہ الاکارم الھداۃ۔

فصل سوم

رسالۂ خلافت میں مسٹر ابو الکلام آزاد کی تلبیسات و ہذیانات کی خدمتگزاری

یہ ۳۵ رد قاہر خطبۂ صدارت فرنگی محلی کی ۵ اسطری تحریر پر قلم برداشتہ تھے، اب بعونہٖ تعالٰی چار حرف ان کے بڑے آزاد لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گزارش ہوں وباللہ التوفیق۔ اور سلسلہ شمار وہی رہے کہ بعضھم من بعض یہاں کلام چند مبحث پر ہے۔

مبحث اول: مسٹر کا قیاسی ڈھکوسلے سے دین کو رد کرنا

(۳۶) مسٹر آزاد نے بڑا زور اس پر دیا ہے کہ "اسلام تو قومی امتیاز کے اٹھانے کو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کے لئے کیسے خاص کر سکتا ہے"۔ یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبع زاد نہیں خارجی خبیثوں سے سیکھا ہے،

کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم[1] یونہی ان کے اگلوں نے انھیں کی سی کہی تھی ان کے دل ایک سے ہیں۔

خارجیوں نے بھی یہی اعتراض کیا تھا جس کا اہلسنت نے رد کیا، مقاصد میں ہے،

یشترط کونہ قرشیا وخالفت الخوارج لانہ لاعبرۃ بالنسب فی مصالح الملک والدین وردبان لشرف الانساب اثرا فی جمیع الاٰراء وبذل الطاعۃ ولاشرف من قریش سیما وقد ظھر منھم خیر الانبیاء[2] (ملخصًا)

امام کا قریشی ہونا شرط ہے اور خارجیوں نے اس میں خلاف کیا اس دلیل سے کہ مصالح سلطنت و دین میں نسب کا کچھ اعتبار نہیں، اہلسنت نے اس کا رد کیا کہ حضور شرف نسب کو اس میں اثر ہے کہ رعایا کی رائیں اس پر اتفاق کریں اور دل خوشی سے اس کے مطیع ہوں، اور قریش کے برابر کوئی شریف نہیں خصوصًا اس حالت میں کہ افضل الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم نے انھیں میں سے ظہور فرمایا۔ (ملخصًا)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸

[2] مقاصد مع شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

شرح مقاصد میں ہے :

ولھذا شاع فی الاعصار ان یکون الملک فی قبیلۃ مخصوصۃ حتی یری الانتقال عنہ من الخطوب العظیمۃ والاتفاقات العجیبۃ ولا الیق بذلک من قریش الذین ھم اشرف الناس سیما وقد اقتصر علیھم ختم الرسالۃ و انتشرت منھم الشریعۃ الباقیۃ الٰی یوم القیمۃ۔[1]

اسی اعتبارِ نسب کے سبب تمام زمانوں میں شائع رہا کہ سلطنت ایک خاص قبیلے میں ہو یہاں تک کہ اُس سے دوسرے قبیلے کی طرف انتقالِ سلطنت کو سخت کام اور عجیب اتفاق سمجھا جاتا ہے اور قریش سے زائد اس کا لائق کوئی نہیں کہ وہ تمام جہان سے زیادہ شریف ہیں خصوصاً اب کہ انھیں پر رسالت ختم ہوئی اور انھیں سے وہ شریعت پھیلی کہ قیامت تک رہے گی۔

کتاب مبارک ارارۃ الادب لفاضل النسب مطالعہ ہو، کس قدر احادیث کثیرہ نے کہاں کہاں فضیلتِ نسب کا اعتبار فرمایا ہے، اور نکاح میں شرعًا اعتبارِ کفاءت سے تو عالم بننے والے جہال بھی ناواقف نہ ہونگے جس سے تمام کتبِ فقہ گونج رہی ہیں، اور اس میں خود احادیث وارد، آیات واحادیث اس سے منع فرماتی ہیں کہ کوئی علم وتقوٰی وفضائل دینیہ کو بھولے اور خالی نسب پر تفاخر آ چھولے۔

(۳۷) مسٹر نے احادیث الائمۃ من قریش ولا یزال ھذا الامر فی قریش[2] (امۃ قریش میں سے ہیں یہ خلافت قریش ہی میں رہے گی۔ ت) سے تو یوں جان بچائی کہ "یہ کوئی حکم نبوی نہیں کہ احکام میں فضیلتِ نسب کا اعتبار ٹھہرے بلکہ نری پیشگوئی ہے" جس کا رد بعونہٖ تعالٰی ابھی آتا ہے مگر اس حدیث جلیل کا کیا علاج کریں گے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

قدموا قریشا ولا تقدموھا۔[3] قریش کو مقدم رکھو اور اُن پر تقدم نہ کرو۔

یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے بزار نے امیر المومنین مولٰی علی اور ابن عدی نے ابوہریرہ اور ابونعیم و دیلمی نے انس بن مالک اور بیہقی نے جبیر بن مطعم اور طبرانی نے عبداللہ بن حنطب نیز عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کی نیز مرسل ابوبکر بن سلیمٰن بن ابی حثمہ ومرسل ابن شہاب زہری سے آئی یہ تو صریح امر ونہی ہے اسے تو مسٹر خبر نہیں بناسکتے اس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیسا صریح حکم

---

[1] شرح المقاصد المقصد الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

[2] صحیح البخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۷
صحیح مسلم کتاب الامارۃ " " " ۲/ ۱۱۹

[3] کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹ و ۳۳۷۹۰ و ۳۳۷۹۱ بحوالہ البزار وابن عدی و طبرانی موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲

فرمارہے ہیں کہ قریش ہی کو مقدم کرنا قریش سے آگے قدم نہ دھرنا۔ اب تو مسٹر ضرور رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر طعن کریں گے کہ "اسلام کا داعی تمام دنیا کو تو قومی و نسلی امتیازات کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا مساوات عامہ کی طرف بلاتا ہو لیکن (نعوذ باللہ) خود اتنا خودغرض ہو کہ (تقدیم و ترجیح) صرف اپنے ہی ملک، ملک نہیں اپنے ہی وطن، وطن نہیں خاص اپنے قبیلے، قبیلہ نہیں صرف اپنے ہی خاندان کے لئے مخصوص کر دے، ساری دنیا سے کہے تمہارے بتائے ہوئے حق جھوٹے ہیں سچا حق صرف عمل و اہلیت کا ہے لیکن خود اپنے لئے یہ کرجائے کہ عمل نہ اہلیت صرف قوم صرف نسل صرف خاندان"۔ اپنی طعن بھری عبارت سے صرف لفظ خلافت کو لفظ تقدیم و ترجیح سے بدل لیجئے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر اپنے طعن کی یہ شدید بوچھار ملاحظہ کیجئے بلکہ اس تبدیلی کی بھی حاجت نہیں خلافت خود اعلیٰ تقدیمات سے ہے۔

(۳۸) تخصیص قریش کو تخصیص ملک پھر اُس سے بھی تنگ تر تخصیص وطن ٹھہرانا کیسی جہالت ہے نہ قریش کسی ملک و وطن کا نام نہ اُن کے لئے لزوماً کوئی خاص مقام ع

شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست

(پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے گی وہ پھول بن کر ہی اُگے گی۔ت)

(۳۹) قریش کو قبیلہ سے بھی تنگ تر صرف خاندان ٹھہرانا دوسری جہالت ہے کیا رافضیوں کے مذہب کی طرف گئے کہ خلافت بنی ہاشم سے خاص ہے۔

(۴۰) نہ عمل نہ اہلیت صرف خاندان کا اتہام رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم و صحابہ و اہلسنت پر افترا ہے کس نے کہا ہے کہ خلافت کے لئے صرف قریشی ہونا درکار ہے اگرچہ نااہل محض ہو، قرشیت کے ساتھ اہلیت کی شرط بھی بالاجماع ہے، یہ گمان بد کہ کسی وقت تمام جہان میں سب سادات عظام سب قریش کرام نالائق نااہل ہوجائیں وسوسۂ ابلیس ہے ایسا کبھی نہ ہوگا کہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے سارے جگر پارے ناقابل نالائق رہ جائیں صرف ایرا غیرا اہلیت کا پھندنا لٹکائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرما چکے کہ دنیا میں جب تک دو آدمی بھی رہیں گے خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہوگا تو قطعاً قیامت تک کوئی نہ کوئی قریشی اس کا اہل ضرور رہے گا ولہذا بعض فقہائے شافعیہ وغیرہم نے جب یہ صورت باطلہ فرض کی محققین نے تصریح فرمادی کہ یہ صرف فرض ہے واقع کبھی نہ ہوگی۔ شرح بخاری للحافظ میں ہے:

قالوا انما فرض الفقهاء ذلك على عادتهم فی ذکر ما یمکن ان یقع عقلا وان کان لا یقع

یعنی علماء نے فرمایا اُن فقہاء نے یہ صورت اپنی اُس عادت پر فرض کی کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں جو صرف امکان عقلی رکھتی عادۃً یا شرعاً کبھی

عادۃ اوشرعًا۔[1] واقع نہ ہو۔

خصوصًا حدیث کو پیشگوئی مان کر تو اس کے خلاف کا ادعا جہل صریح بلکہ ضلال قبیح ہے۔

عــه قال الحافظ قلت والذی حمل قائل هذا القول علیه انه فهم منه (ای من قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لایزال هذا الامر فی قریش) الخبر المحض و خبر الصادق لایتخلف، و اما من حمله علی الامر فلا یحتاج الی هذا التاویل[2] اھ وکتبت علیه اقول بل یحتاج الیه فانه لو صح شرعًا وعادۃً ان تکون القریش فی شیئ من الازمنة ساقطین عن اهلیة الخلافة کما زعمه بعض مبطلی زماننا و قد امر صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان لا تجعل الخلافة ابدا الا فی قریش فیکون ذلك فی ذلك الزمان امرا باستخلاف غیر الاهل و هو محال ثم لا ادری ای تاویل فیه و ای صرف عن الظاهر انما هو استنباط امر یفیده منطوق الحدیث فافهم ۱۲ منه۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: میں کہتا ہوں اس قول کے قائل کو جس چیز نے اس پر آمادہ کیا وہ یہ کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی" کو خالص خبر سمجھا اور سچے نبی کی خبر خلافِ واقع نہیں ہوتی لیکن جس نے اس حدیث کو امر (حکم) قرار دیا وہ اس تاویل کا محتاج نہیں ہے اھ، میں نے اس پر حاشیہ لکھا، اقول اس کی حاجت کیوں نہیں حاجت ہے کیونکہ اگر شرعًا اور عادۃً کسی وقت قریش کا خلافت کے لئے نااہل ہونا صحیح ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض باطل لوگ خیال کرتے ہیں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ "کبھی بھی خلافت غیر قریش کو نہ دی جائے" تو خلافت اس نااہلیت کے زمانہ میں نااہل کو خلیفہ بنانے کا حکم ہوگا جو کہ محال ہے، پھر معلوم نہیں یہ کیا تاویل اور کیا ظاہر سے پھرنا ہوا، حالانکہ یہ تو صرف منطوقِ حدیث سے ایک مفاد کا استنباط ہے، فافہم ۱۲ منہ۔ (ت)

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۷

[2] " " " " " " " " "

(۴۱) مسٹر نے کہا "خیر یہ بات کتنی ہی عجیب ہوتی لیکن ہم باور کر لیتے اگر قرآن و سنت نے واقعی ٹھہرائی ہوتی ہمارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت کا معیار صرف یہ ہے کہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت ہو نہ کہ عقول کا ادراک۔ استعجاب کی بنیاد ہمارا قیاسی استبعاد نہیں یہی ہے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں۔"

الحمدللہ، یہاں تو کچھ اسلامی جامے میں ہیں گویا آزادی سے بالکل جُدا ہیں، ہم نصوصِ متواترہ و اجماعِ صحابہؓ و اجماعِ امت سے ثابت کر چکے کہ خلافت قریش ہی سے خاص ہے اب تو وہ اپنا استبعاد کہ "بھلا اسلام کہیں خصوصیت نسل مان سکتا ہے" جس کو خود کہہ رہے ہو یہ تمہارا زاعقلی قیاسی ڈھکوسلا ہے واپس لیجئے اور اجماعِ امت و ارشادات حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ پر ایمان لائیے۔

مبحث دوم: رَدِّ احادیثِ نبوی میں مسٹر کی بے سُود کوشش

(۴۲) بزورِ زبان بڑا زور اس پر دیا ہے ص۶۱ کہ "خلافت قریش کی نسبت جس قدر روایات ہیں سب پیشگوئی و خبر ہیں کہ قریشی خلیفہ ہوں گے نہ کہ حکم کہ قریشی ہی خلیفہ ہوں"۔ شرح عقائد نسفی و قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام و اتحاف سید زبیدی و مسامرہ شرح مسایرہ و تعلیقات علامہ قاسم و طوالع الانوار علامہ بیضاوی، و مواقف علامہ قاضی عضد و شرح مواقف علامہ سید شریف و مقاصد و شرح مقاصد و شرح صحیح مسلم للامام النووی و ارشاد الساری و مرقاۃ قاری و شرح صحیح مسلم للقرطبی و ابن المنیر و عمدۃ القاری امام عینی و فتح الباری امام عسقلانی و شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی و شرح مشکوٰۃ علامہ سید شریف و امام اجل ابوبکر باقلانی و اشعۃ اللمعات شیخ محقق و غمز العیون سید حموی و حاشیۃ الدر للسید الطحطاوی و للسید ابن عابدین و کواکب کرمانی و مجمع البحار و شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہا کی عبارات کثیرہ کہ ابھی گزریں اس مجہلہ کے رُد کو بس ہیں، مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں اُن کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب قطعی مانتے ہیں اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے دیکھو رسالۂ خلافت کا اخیر مضمون اتبعون اھدکم سبیل الرشاد میرے پیرو ہو جاؤ میں تمھیں راہ حق کی ہدایت کروں گا، جس کا بیان بعونہٖ تعالیٰ مبحث اخیر میں آتا ہے مگر الحمدللہ مسلمانوں میں اب بھی لاکھوں ہوں گے کہ ارشادات ائمہ کے مقابل ایسے نشے کی بالاخوانیوں امنگوں شطحیات کی بہکی ترنگوں کو بادِ شتر سے زیادہ نہیں جانتے۔

(۴۳ تا ۵۰) اشد ظلم حدیث صحیحین لایزال ھذا الامر فی قریش پر ہے اس میں لفظ وہ لئے جو صحیح بخاری میں واقع ہوئے مابقی منھم اثنان[۱]۔ اور کہہ دیا ص۶۳ "اس سے ہمارے بیان کی مزید

[۱] صحیح بخاری کتاب الاحکام ۲/۱۰۵۷ [۲] صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۲/۱۱۹

تصدیق ہوگئی حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ہے اگر اس کا یہ مطلب قرار دیا جائے کہ جب تک دو انسان بھی قریش میں ہیں خلافت انھیں کے قبضہ میں رہے گی تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے، ہزاروں قرشی موجود رہے اور خلافت قریش سے نکل گئی پس ضرور ہے کہ ما بقی منھم اثنان کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دی جائے اور وہ یہی ہے کہ اگر قریش میں دو بھی خلافت کے اہل ہوں گے تو کبھی خلافت سے یہ خاندان محروم نہ ہوگا مگر جب دو بھی اہل نہ رہیں تو مشیتِ الٰہی قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرما دے گی اور قریش خلافت سے محروم ہوجائیں گے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا جب دو قریش بھی دنیا میں حکمرانی کے اہل نہ رہے خلافت نے معاً صفحہ اُلٹ دیا اور ایک قلم غیر عربی و غیر قرشی خلافت کا دور شروع ہوگیا"۔

اور بکمال جسارت وبیباکی یہ کہ نام صحیح مسلم کا بھی لیا اور کہا صفحہ ۹ : "عمدہ طرق وہ ہیں جو بخاری نے اختیار کئے ہیں لیکن کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں جس سے ثابت ہو کہ مقصود پیشینگوئی نہ تھا تشریع و امر تھا"۔

الحق شوخ چشمی ہو تو اتنی تو ہو،

اوّلاً مسلم نے یہ حدیث خود انھیں استاذ بخاری احمد بن عبداللہ یونس سے جس نے بخاری سے سُنی یُوں روایت کی:

لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان۔

ہمیشہ خلافت قریش ہی میں رہے گی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی باقی رہیں۔

اسی طرح اسمٰعیلی نے مستخرج میں روایت کی، ما بقی فی الناس اثنان جب تک آدمیوں میں دو بھی رہیں۔

یہ روایتیں روایت بخاری کی مفسر ہیں کہ منھم سے مراد من الناس ہے، لاجرم مرقاۃ علی قاری میں اس کی یہی تفسیر کردی (منھم) ای من الناس (اثنان)[۱] جب تک ان میں سے یعنی آدمیوں میں سے دو بھی رہیں، و لہذا امام اجل ابوزکریا نووی نے اولاً مسلم کی روایتیں ذکر کیں پھر فرمایا:

وفی روایۃ البخاری ما بقی منھم اثنان ھذہ الاحادیث واشباھھا دلیل ظاھر ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لایجوز عقدھا لاحد من غیرھم۔[۲]

بخاری کی روایت میں ہے جب تک اُن میں سے دو آدمی باقی رہیں یہ اور ان کی مثل حدیثیں صریح دلیل ہیں کہ خلافت خاص قریش کے لئے ہے کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں کیا جاسکتا۔

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب قریش مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/ ۳۳۴

[۲] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

حدیث کا یہی مفاد امام قسطلانی نے خود شرح روایت بخاری میں لکھا، امام عینی و امام ابن حجر نے شروح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں امام قرطبی کا قول نقل کیا اور مقرر رکھا کہ،

ای لا تنعقد الامامۃ الکبری الا لقرشی مہما وجد احد منہم [1]

یعنی مرادِ حدیث یہ ہے کہ جب تک ایک قریشی بھی دنیا میں رہے دوسرے کے لئے امامت کبری ہو ہی نہیں سکتی۔

دیکھو اس روایت بخاری سے بھی ائمہ نے وہی مطلب سمجھا جو روایت مسلم میں تھا۔

ثانیاً اگر تفسیر مانو تعارض جانو تو متعدد کی روایت کیوں نہ راجح ہو اور نہ سہی معارض تو ہوگی تو تمہاری سند کہ منہم سے ثابت نہ رہے گی۔

ثالثاً کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور، وہ "من" کا ترجمہ "سے" اور "الی" کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو اثنان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریشی بھی رہے جس طرح ابھی امام قرطبی و امام عینی و امام عسقلانی کے لفظ سُن چکے اس کی تاویل آپ حسبِ عادت کہ قرآن کریم میں اپنی طرف سے اضافے کر لیتے ہیں حدیث میں یہ بڑھاتے کہ یعنی جب تک کہ ایک قریش خلافت کا اہل رہے دو کی اہلیت پر موقوف فرمانا کیا معنی، کیا خلیفہ ایک وقت میں دو بھی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہاں آدمیوں کی طرف ضمیر ہو تو ضرور دو کی ضرورت تھی کہ خلافت حکومت ہے اور حکومت کو کم سے کم دو درکار، ایک حاکم ایک محکوم، اب تو آپ نے جانا کہ منہم کی ضمیر قریش کی طرف پھیرنا کیسی سخت جہالت تھی۔

رابعاً جانے دو آخر اس قدر کے تو منکر نہیں ہو سکتے "کہ صحیح مسلم میں لفظ حدیث "ما بقی من الناس اثنان" [2] ہیں اب کہاں گئی وہ آپ کی بالا خوانی کہ کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں، اب دیکھیں اسے کیسے پیشگوئی بناتے ہو، حدیث کا ارشاد تو یہ ہے کہ "جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہوں خلافت قریش کے لئے ہے" اسے خبر بمعنی مزعوم مسٹر وہی ٹھہرائے گا جو اللہ و رسول کو جھٹلائے گا، اور اگر اپنی پچ کیجئے تو معنے یہ ہوں گے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل رہیں گے خلافت قریش ہی کے قبضے میں رہے گی اب کیوں نہیں اور بھی زیادہ اُچھل کر کہتے کہ یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے خلافت صدہا سال سے قریش کے قبضے سے نکل گئی اور ہرگز کوئی وقت ایسا نہ ہوا کہ دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل نہ ہوں۔ کیا مسٹر اپنی تاریخ دانی و تیز زبانی یہاں دکھا کر ثبوت دیں گے کہ اٹھارہ کم سات سو برس سے یا بلحاظ خلافت مصری گیارہ کم چار سو برس سے دنیا میں دو شخص بھی قابل حکمرانی نہ رہے۔

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۵

[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

خامسًا آپ کے نزدیک چارسوسولہ (۴۱۶) برس سے خلافت شرعیہ ترکوں میں ہے تو ضرور ہے کہ وہ سب حکمرانی کے اہل ہوں کہ نا اہل خلیفہ نہیں ہوسکتا معہذا قریش سے نکالی تو ان کی نا اہلی کے باعث ۔ اور پھر دی جاتی نا اہلوں کو ، یہ کون سا قانون اصلح ہے ، اور جب وُہ اہل تھے اور ہیں تو واجب کہ چارسوسولہ (۴۱۶) برس سے رُوئے زمین پر کوئی دوسرا انسان قابلِ حکمرانی نہ ہو ، ورنہ دنیا میں وہ شخص اہلِ حکمرانی نکلتے اور خلافت قریش سے نہ جاتی ، اب اس بدیہی البطلان بات کا ثبوت آپ کے ذمے ہے کہ سولہ اور چارسو برس سے تمام جہان میں سلطان ترکی کے سوا کوئی متنفس قابلِ حکمرانی پیدا نہ ہُوا ، کابل و بخارا و ایران و مغرب و ہندوستان وغیرہا تمام ملک خدا میں سب نرے نالائق گزرے پھر خدا جانے صدہا سال ان کی حکومتیں چلیں کیسے ، سلطان کافر کش دین پرور اورنگ زیب محی الملۃ والدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی "انار اللہ تعالٰے برہانہٗ" اگر آپ کے نزدیک اس جرم پر کہ متشرع تھے اور کفار پر غلظت رکھتے نا اہل تھے تو اکبر تو نالائق نہ تھا جو آپ ہی کا ہم مشرب اور اتحادِ مشرکین کا دلدادہ تھا غرض پیشگوئی بنا کر تکذیبِ حدیث کے سوا مسٹر کو کچھ مفر نہیں ۔

سادسًا آپ فرماتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ وُہ قریش بھی حکمرانی کے اہل نہ رہے ، کون سی تاریخ شاہد ہے کہ سات سو (۷۰۰) یا چار سو (۴۰۰) برس سے تمام رُوئے زمین پر کوئی دو قریشی دو ہاشمی دو سیّد ابن الرسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکمرانی کے لائق پیدا ہی نہ ہُوئے فضلِ الٰہی قوم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خاندانِ محمد صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم و آلِ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے صدہا سال سے اٹھا لیا گیا اور این و آں کو بٹتا ہے اور بٹا کیا ، کیا آپ کے نزدیک مدار لیاقتِ وقوع پر ہے ، جس نے حکمرانی نہ پائی نا اہل تھا ؛ جس نے پائی اہل تھا ؛ تو ضرور آپ پلید مرید خبیث عنید نجس یزید کو لائق بتائیں گے اور حضرت امام عرش مقام علی جدہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ نالائق ٹھہرائیں گے ، اور جب یہ معیار نہیں بلکہ صفات ذاتیہ پر مدار ہے تو کیا آپ نے سات سو (۷۰۰) یا چار سو (۴۰۰) برس سے آج تک کے تمام قریشیوں کی جانچ کر لی ہے کہ نالائق تھے ، چار سو برس چھوڑیئے کسی ایک برس کے سب قریشی جانے دیجئے صرف بنی ہاشم ، سب بنی ہاشم بھی نہیں صرف سادات کرام کے فقط نام گنا دیجئے کہ جہان بھر میں اُس سال یہ یہ سیّد تھے ، نام گنانا بھی نہ سہی فقط کسی سال کے تمام سادات کی مردم شماری بتا دیجئے ، جب اس قدر پر قادر نہیں تو سات سو (۷۰۰) یا چار سو (۴۰۰) برس کے تمام عالم کے تمام قریشیوں کی جانچ آپ نے ضرور کر لی اور معلوم کر لیا کہ سب

عہ یہ بھی جانے دو وہی منہم والی روایت اور قریش کی طرف ضمیر اور وہی اپنے پکڑ لو زبان کے آگے بارہ ہل چلتے ہیں ا دعا آسان ہے ثبوت دیتے دام کھلتے ہیں "ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین" اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو ۱۲ حشمت علی رضوی غفرلہ ۔

نالائق تھے اور اب تک سب نالائق ہیں، افسوس آپ کا مبلغ علم یہی تاریخی کہانیاں تھا اُن پر بھی ایسا جیتا افترا جوڑا تاریخیں ہزار بے تکی ہوں ایسا پُورے نشے کا ہذیان بکتے اُنھیں بھی مار آئے گی۔

سابعًا فصل اول میں ائمہ کی تصریحیں گزریں کہ یہ حدیث خبر بمعنے امر ہے اسے آپ نہیں مانتے کہ پیروی ائمہ آپ کی شانِ انانیت کو زہر ہے نہ سہی خبر کیا پیشگوئی میں منحصر ہے جو محض خلافِ واقع ہو، اور اپنی طرف سے بحر لگانے کی ضرورت پڑے کیوں نہ کہئے جس طرح امام قرطبی و امام عینی و امام عسقلانی سے گزرا کہ یہ خبر تشریعی ہے جو عین منصب شارع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے اور اصلاً محتاج تاویل نہیں یعنی خلافتِ شرعیہ ہمیشہ قریش ہی میں ہیگی اُن کے غیر کی حکومت کبھی خلافت شرعیہ نہ ہوگی، یہ خلافت کے لئے لزوم قرشیت سے خبر ہوئی نہ کہ بلافصل استمرارِ خلافت سے جسے خلافِ واقعات کہئے، مثلاً گلاب کا کھلنا ہمیشہ موسم بہار میں ہے اس کے یہ معنی کہ پھول جب کھلے گا بہار ہی میں کھلے گا نہ یہ کہ گلاب سدا گلاب ہے اور بہار بارہ مہینے۔

ثامنًا اقول بلافصل استمرار ہی لیجئے تو کیوں نہ ہو کہ ھذا الامر سے مراد استحقاقِ خلافت ہو اور وُہ بلاشبہہ قریش میں مستمر اور اُنھیں میں منحصر ہے جس طرح امام عسقلانی سے گزرا کہ استحقاقِ خلافت قریش ہی کو ہے ان کا غیر نہ ہوگا مگر متغلب۔

(۵۱) مسٹر نے یونہی دوسری حدیث الائمۃ من قریش سے تشریع اڑانے اور نری خبر بنانے کے لئے کیا کیا ڈوبتے سوار پکڑے ہیں ص ۹۳: "صحیح بخاری کے ترجمہ باب سے صاف واضح ہے کہ امام بخاری کا بھی مذہب یہی ہے انھوں نے باب باندھا (الامراء من قریش) قریش میں امارت و امراء۔ اس مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی میں ہونی چاہئے۔" سبحان اللہ! یہ ہے مسٹری و لیڈری وایڈیٹری۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ الفاظِ حدیث ترجمۂ باب کرتے ہیں نیز وُہ الفاظ جو اُن کی شرط پر نہ ہوں ترجمہ سے اُن کا پتا دیتے ہیں حدیث انھیں لفظوں سے تھی انھیں سے باب باندھا نیز یہ لفظ اُن کی شرط پر نہ تھے ترجمہ سے اُن کا اشعار کیا، اس سے یہ سمجھ لینا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے اور پھر اس پر یہ تحکم کہ صاف واضح ہے کس درجہ جہل فاحش ہے، فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

لفظ الترجمۃ لفظ حدیث اخرجہ یعقوب بن سفین وابویعلی والطبرانی[1]

ترجمۂ باب کی عبارت اُس حدیث کے لفظ ہیں جو یعقوب بن سفین وابویعلی وطبرانی نے ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۰

پھر فرمایا :

لما لم یکن شیٔ منہا علیٰ شرط المصنف اقتصر علی الترجمۃ واورد الذی صح علی شرطہ[1]

یہ روایتیں شرط بخاری پر نہ تھیں لہذا ان الفاظ کو ترجمہ میں لانے پر اقتصار کیا اور ان کے مؤید وہ حدیثیں لائے جو اُن کی شرط پر تھیں۔

(۵۲) ص ۶۱ "ایک اور حدیث ہے کہ ضرور ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں سب قریش سے ہوں گے اس طرزِ بیان نے ظاہر کر دیا کہ اس بارے میں جو کچھ کہا ہے اُس سے صرف آیندہ کی اطلاع مقصود ہے حکم و تشریع نہیں"۔ بارہ خلافتوں کی پیشگوئی اگر خبر ہے تو دنیا بھر کی حدیثیں سب خبر ہیں اس زبردستی و دیدہ دلیری کی کوئی حد ہے یعنی شارع جب کسی امر کے بارے میں کچھ پیشگوئی فرمائے تو اس میں جتنی حدیثیں ہیں سب حکم شرعی سے خالی ہو جاتی ہیں اور سب کو بزورِ زبان اگرچہ اپنی طرف سے پچریں لگا کر خبر پر ڈھال دینا واجب ہو جاتا ہے ارشاد اقدس :

قدموا قریشا ولا تقدموھا[2] — قریش کو مقدم رکھو اور ان پر تقدم نہ کرو۔

یہ بھی امر و نہی نہیں خبر ہو گا کیونکہ ان کی "صرف دانی" میں قدموا صیغۂ مضارع ہے اور لا تقدموا صیغۂ ماضی، بات وہی ہے کہ یتشبث بکل حشیش۔

(۵۳ تا ۵۴) ص ۶۲ "ائمہ حدیث نے حدیث قحطانی و حدیث قریش میں تطبیق دیتے ہوئے صاف صاف لکھ دیا کہ امارت قریش والی روایت تشریع نہیں محض خبر ہے"۔

اولاً یہ عیاری و چالاکی ملاحظہ ہو امارت قریش والی روایت میں کہا جس سے حدیث الامراء من قریش و حدیث الائمۃ من قریش و حدیث لا یزال ھذا الامر فی قریش کی طرف ذہن جائے حالانکہ ائمہ حدیث نے ہرگز نہ کہا کہ ان سے تشریع ثابت نہیں نری خبر ہیں زیر نمبر ۲۲ کتب کثیرہ کے نام گنا چکا ہوں اُن کی عبارتیں فصل اول میں دیکھئے اور اس کذب صریح سے توبہ کیجئے، ائمہ حدیث کی اگر مانتے ہو تو ان کی ان روشن تصریحوں سے کیوں منکر ہو۔

ثانیاً ائمہ نے حدیث قحطانی سے جس حدیث کی تطبیق دی وہ یہ ہے :

ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا اکبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا

بیشک یہ امر قریش میں ہے جو ان سے عداوت کرے گا اللہ اُسے اوندھے منہ گرائے گا جب تک قریش

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۱

[2] کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹، ۳۳۷۹۰، ۳۳۷۹۱ بحوالہ البزار و ابن عدی طبرانی موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲

الدین[1]۔ | دین قائم رکھیں۔

اسے اگر خبر بتایا کہ یہ اقامتِ دین سے مقید ہے تو احادیث مطلقہ کا خبر ہو جانا کیوں لازم آیا وہ تشریع ہیں اور اپنے اطلاق پر یعنی شرعاً خلافت صرف قریش کے لئے ہے اور یہ خبر ہے اور مقیدہ یعنی وہ اپنے حق سے بہرہ مند رہیں گے جب تک دین قائم رکھیں، جب اُسے چھوڑیں گے خلافت جاتی رہے گی۔

ثالثاً عجب ہے کہ ایک حدیث خاص میں دو چار شراح نے جو لکھا وہ تو ان کا دامن پکڑ کر سب احادیث کو بزورِ زبان عام کر لیا جائے اور خود اُن باقی احادیث میں جو اُن کی عام جماعتوں نے لکھا اور مذہب اہلِ سنّت و اجماعِ صحابہ بتایا وہ انھیں کے کلام سے رَد کر دیا جائے، اور کیا یحرفون الکلم عن مواضعہ[2] کے سر پر سینگ ہوتے ہیں، قرآن عظیم نے اسے خصلتِ یہود بتایا کہ بات کو اُس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔

رابعاً جب جماعت ائمہ حدیث کی روشن و قاہر تصریحات حتی کہ اجماعِ صحابہ و عقیدۂ اہلِ سنّت مقبول نہ ہو تو ایک حدیث خاص میں ایک خاص وجہ سے اُن کے دو چار کا کہنا کیوں حجت ہو، آپ تو مجتہدین سے بھی اُونچے اُڑتے ہیں، ان دو چار ٹھیٹ مقلدوں کا دامن نہ تھامیے، حدیث سے چلیے، حدیث میں ما اقاموا الدین بعد جملۂ لا یعادیھم احد الا اکبہ اللہ ہے اسی سے کیوں نہ متعلق ہو اس سے توڑ کر دور کے جملہ ان ھذا الامر فی قریش سے کیوں جوڑ دیا جائے وہ اپنے اطلاق پر رہے اور یہ قید اسی جملہ میں ہو جس سے یہ متصل ہے تو معنیٔ حدیث یہ ہیں کہ بیشک شرعی خلافت قریش میں منحصر ہے دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا اور قریش جب تک دین قائم رکھیں گے ان کا مخالف ذلیل و رُسوا ہوگا اب اپنے اجتہاد کی خیر بیان کیجئے۔

(۵۷ تا ۶۰) حدیث جلیل "الائمۃ من قریش" پر ایک ہاتھ من حیث السند بھی صاف کیا، ص ۴۶ "یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، فتح الباری میں ہے:

الائمۃ من القریش[عہ] رجالہ رجال الصحیح ولکن فی سندہ انقطاع[3]۔ | حدیث "الائمۃ من قریش" کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے (ت)

عہ نہ فتح الباری میں من القریش ہے نہ حدیث میں، پہلے بھی آپ نے اپنے کلام میں حدیث ان لفظوں سے لکھ کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کی تھی مگر امام ابن حجر پر تو اس افترا علی المصطفٰی کی تہمت نہ رکھئے ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح البخاری | کتاب المناقب | باب مناقب قریش | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۴۹۷

[2] القرآن الکریم ۵/۱۳

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری | باب الامر من قریش | مصطفٰی البابی مصر | ۱۶/۲۳۱

اولاً فتح الباری میں یہ حدیث متعدد الفاظ وکثیر طرق سے حضرت ابوبرزہ اسلمی وحضرت امیر المومنین مولیٰ علی وحضرت انس بن مالک وحضرت ابوہریرہ وحضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بروایت یعقوب بن سفین وابویعلی وطبرانی وابوداؤد طیالسی وبزار وتاریخ امام بخاری ونسائی وامام احمد وحاکم ذکر کی، یہ لفظ کہ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہے، صرف صدیق اکبر سے روایت احمد کی نسبت لکھے ہیں کہ مسند احمد میں صدیق سے اس کے راوی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحبزادہ امام ثقہ تابعی جلیل حضرت حمید بن عبدالرحمٰن ہیں اُن کو صدیق اکبر سے سماع نہیں۔ فتح الباری کی عبارت ملخصاً یہ ہے احادیث ابوبرزہ ومولیٰ علی وبعض طرق حدیث انس ذکر کرکے کہا:

واخرجه النسائی والبخاری ایضا فی التاریخ وابویعلی من طریق بکیر الجزری عن انس وله طرق متعددة عن انس، واخرج احمد هذا اللفظ من حدیث ابی هریرة ومن حدیث ابی بکر الصدیق ورجاله رجال الصحیح لکن فی سنده انقطاع، واخرجه الطبرانی والحاکم من حدیث علی بهذا اللفظ الاخیر[1]

یعنی نیز یہ حدیث امام نسائی اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابویعلی نے بروایت بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی اور امام احمد نے یہی لفظ الائمة من قریش حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث سے روایت کئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں مگر اس کی سند میں انقطاع ہے، اور یہ حدیث طبرانی وحاکم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ سے روایت کی انھیں لفظوں سے کہ الائمة من قریش۔

مسٹر نے اول آخر سب اُڑا کر مطلقاً اس حدیث ہی پر حکم لگا دیا کہ فتح الباری میں اس کی سند منقطع بتائی یہ کیسی خیانت ہے۔

ثانیاً فصلِ اوّل میں گزرا کہ انھیں صاحب فتح الباری امام ابن حجر نے اسی حدیث الائمة من قریش کے جمع طرق میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اُسے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی روایت سے دکھایا حدیث متواتر کو کہنا کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں کیسا ظلم شدید واغوائے جہال ہے اور پھر انھیں ابن حجر پر اس کے متن کے منقطع السند بتانے کی تہمت کیسی جرأت پروبال ہے۔

ثالثاً طرفہ یہ کہ خود ہی ص۵۶ پر کہہ چکے تھے " احادیث اس بارے میں جس قدر موجود ہیں

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۱

سب صحیح ہیں"۔ اب یہاں یہ "بطریق اتصال ثابت ہی نہیں" چارہی ورق بعد نسی ما قدمت یداہ (اپنے ہاتھوں پیش کیا ہوا بھول گیا۔ ت)

سابعاً ہیں اُس کے متصل تھا "یہ بھی حق ہے کہ حضرت ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اُس کو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا" اب اُس حق کی سند میں بھی کلام ہونے لگا، اگر یہ کلام اُس کے حق ہونے میں خلل انداز ہے تو حق کو ناحق بنانے کی کوشش کرنے والا کون ہوتا ہے اور اگر اس سے اُس کے حق ہونے پر کچھ حرف نہیں آتا تو رد و اعتراض کے لئے کہنا اُس سے بھی شرعاً اختصاص قریش کے دعوٰی کی کوئی مدد نہیں مل سکتی اولاً یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں" کیسا اغرائے جہال ہے۔ یہ ہے مسٹر کی حدیث دانی اور ارشاداتِ نبوت پر ظلم رانی، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔